کسی تاریخ مین ہماری نظر سے نہین گذرا، تغلق تیمور چغتائی سلسلہ کا ایک فرمانروا تھا، بہت سے تاتاری امرار اور حکمرانون نے علمار کے اثر سے اسلام قبول کیا ہو، ممکن ہے تغلق تیمور کے قبولِ اسلام کا واقعہ بھی صحیح ہو، یہ تاریخی افسانے دلچسپ، موثر اور مفید ہین اور اس کا بھی جواب ہین کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا یا اپنی تعلیمات کی تاثیر سے،

ادارۂ ادبیاتِ اردو، مرتبہ خواجہ حمید الدین صاحب شاہد بی اے تقطیع بڑی ضخامت ۲۰۰ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت بہتر، سنہ ۱۹۴۳ء مین قیمت ۸/ پتہ ادارۂ ادبیاتِ اردو، رفعت منزل خیرت آباد، حیدرآباد دکن،

ادارۂ ادبیاتِ اردو حیدرآباد نے اپنی دس سالہ عمر مین مختلف حیثیتون سے اردو زبان کی جوخدمت انجام دی ہے وہ اردو کے دوسرے نوعمر ادارون کے لئے سبق آموز نمونہ ہے، اردو کی اشاعت و ترقی کے اتنے وسائل کسی ادارہ نے اختیار نہین کئے، مذکورۂ بالا کتاب ادارۂ مذکور کی ۱۹۴۲ء کی کارگذاریون کی روداد ہے، جس سے اس کی خدمات کی وسعت و ہمہ گیری کا اندازہ ہوتا ہے،

شیخ و برہمن، مؤلفہ جناب ڈاکٹر اعظم کریوی، تقطیع چھوٹی، ضخامت ۳۱۸ صفحے، کاغذ، کتابت و طباعت بہتر، قیمت مجلد عہ/ پتہ کتاب خانہ دانش محل، امین آباد پارک، لکھنؤ،

مصنف اردو کے مشہور افسانہ نگارون مین ہین، ان کے افسانون کے لئے کسی تعارف کی حاجت نہین، شیخ و برہمن ان کے سولہ افسانون کا مجموعہ ہے کل افسانے اخلاقی اصلاحی اور آجکل کے افسانوی ابتذال و رکاکت سے پاک ہین، اور پلاٹ اور زبان ہر حیثیت سے مفید ستھرے اور پڑھنے کے لائق ہین،

"م"

جلد ۵۱ ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۲ھ مطابق ماہ مئی سنہ ۱۹۴۳ء عدد ۵

مضامین

شذرات

۱۲ اپریل ۱۹۴۳ء کی رات کو سید سجاد حیدر مرحوم نے جو ادب کی دنیا میں یلدرم کے نام سے مشہور تھے، قلب کے عارضہ سے دفعۃً وفات پائی، یہ علی گڈہ کالج کے پرانے تعلیم یافتوں میں اور اسی تعلق سے کالج کے اُن چند طالب علموں میں تھے جنھوں نے مولانا شبلی مرحوم کے درس اور صحبت سے شعر و ادب کا ذوق حاصل کیا تھا، مرحوم مولانا کے درس کے اس قسم کے واقعات کو مزے لے لے کر بیان کیا کرتے تھے،

ہماری زبان میں اس وقت ادبِ لطیف کا جو رواج ہے اُس کے پرانے لکھنے والوں میں سب سے پہلا نام سید سجاد حیدر مرحوم کا ہے، اور چونکہ قادر مطلق کو ان سے یہ کام لینا تھا، اس لئے ان کی زندگی میں اس کا مناسب سامان بھی پیدا کر دیا، یعنی یہ کہ کالج سے نکلنے کے ساتھ ان کو ترکی پڑھنے کا خیال ہوا، علی گڈہ میں نواب محمد اسمٰعیل خاں صاحب رئیس علی گڈہ کے والد بزرگوار ہجرت کرکے مکہ معظمہ چلے گئے تھے، وہیں نواب محمد اسمٰعیل خاں صاحب کی تعلیم و تربیت ہوئی، اس زمانہ میں ترکی وہاں کی سرکاری زبان تھی، اس لئے ان کو ترکی بھی پڑھائی گئی، اور جب وہ ہندوستان آئے تو وہ ترکی ادب کے گویا نمایندہ ہو کر آئے، چنانچہ سرسید کے "تماشائے عبرت" میں وہ اسی ہیئت سے اسٹیج پر آئے ہیں، اور معارف علی گڈہ میں جس کے وہ شریک اڈیٹر تھے وہی ترکی ادب کی اشاعت کا ذریعہ بنے،

بہرحال سجاد حیدر مرحوم نے اُن ہی سے ترکی زبان سیکھی، اور اس کا یہ فائدہ ان کو پہنچا کہ

سرکار انگریزی نے ان کو اپنے ترکی سفارت خانہ میں لے لیا، اور عراق میں ان کا تقرر ہو گیا، یہ ۱۹۰۰ء کے پس و پیش زمانہ کا واقعہ ہے، جدید ترکی ادب پر فرانسیسی ادب کے بیجا اثرات تھے، مرحوم نے ترکی ادب کے ان ہی اثرات کو قبول کیا، اور ان کو اردو ادب میں منتقل کیا، اسی زمانہ میں ۱۹۰۱ء سے مخزن لاہور نے جنم لیا تھا، مرحوم نے اسی زمانہ میں ترکی ادب کا یہ تحفہ عراق سے ہندوستان کو بھیجا، اور مخزن کے خوانِ ادب میں وہ شہر بہ شہر ہاتھوں ہاتھ بٹا، اس کے بعد بھی ترکی کا سفر انھوں نے خود کئی دفعہ کیا، اور ترکی ادبیات و رسائل اُن کے پاس آیا کرتے تھے،

ان مضمونوں میں وہ شاید سرکاری ملازم ہونے کے سبب سے اپنے نام کے بجائے یلدرم لکھا کرتے تھے، جو مشہور ترکی سلطان بایزید کا لقب تھا، جس کے معنی بجلی کے ہیں، چونکہ وہ اپنے دشمنوں کی بے خبری میں ان کے سروں پر اس تیزی سے آ گرتا تھا کہ لوگ اس کو یلدرم کہتے تھے،

بہرحال سجاد حیدر یلدرم ہماری زبان میں ایک نئی صنفِ ادب کے بانی تھے اور اس لئے ہماری ادبی تاریخ میں ان کا ایک پایہ ہے، وہ کئی ادبی افسانوں کے مصنف اور مترجم ہیں، وہ بڑے متواضع، مرنج و مرنجاں، ہنس مکھ، ملنسار، شگفتہ دل، بذلہ سنج اور شریف و نرم طبع تھے، ان کے دوستوں کو ان کی یاد بہت آئے گی، اُن کی وفات کا حادثہ لکھنؤ میں پیش آیا، اور وہیں کی خاک کے سپرد ہوئے، اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر اپنے فیضِ کرم کے چھینٹے برسائے،

لکھنؤ کی سرزمین میں اپریل کے چوتھے ہفتہ میں ایک اور حادثہ بھی پیش آیا، یعنی کاکوری کے ممتاز خاندان کے رئیس جناب منشی محمد احتشام علی صاحب نے ۲۲ اپریل کی صبح کو ۵۰ برس کی عمر میں وفات پائی، کہنا چاہئے کہ اودھ میں قدیم شریفانہ جوہر، وضعداری، دینداری، مروت، سیر چشمی، غربا نوازی اور مسکین پروری کا یہ اخیر نمونہ تھا، ان کی پوری زندگی میں جس میں وسعت کا زمانہ بھی تھا اور تنگی کا بھی اُن کے ہاتھ یکساں کھلے رہے اور اس انکسار کے ساتھ کہ بائیں ہاتھ

کو بھی داہنے ہاتھ کی خبر نہ تھی، وہ مولانا شاہ فضل رحمان صاحب گنج مرادآبادی سے بیعت تھے، اس تعلق کو اخیر اخیر وقت تک جس طرح نباہا وہ اُن کی سعادتمندی کا نشان ہے، پابندی یہ کہ مرتے مرتے وقت تک سجدۂ عبودیت ادا کیا ہے، اور صبر و شکر کے کلمے زبان سے نکلتے رہے،

ان کی جوانی تھی کہ ندوۃ العلماء کا غلغلہ بلند ہوا، چونکہ اس مجلس کے سر پر "فضل رحمانی" سایہ افگن تھا اس لئے حضرت شیخ کے سارے حلقہ بگوش اس کے حلقہ میں تھے، اور اسی مناسبت سے جناب منشی محمد اطہر علی صاحب مرحوم، اور ان کے ساتھ میں جناب منشی محمد احتشام علی صاحب ندوہ کے خدام میں داخل ہوے تھے، اپریل ۱۸۹۵ء میں اس کا پہلا جلسہ لکھنؤ میں ہوا تھا، اُس اپریل ۱۸۹۵ء سے لیکر ۲۲ اپریل ۱۹۴۳ء کی صبح تک جب کہ انھوں نے زندگی کی اخیر سانس لی ہے، یکساں دلچسپی، خلوص اور انہماک سے اپنے فرض کو انجام دیا ہے، نہ صرف رئیسوں میں بلکہ مسلمانوں میں اس قدامتِ خدمت اور اس مخلصانہ مذہبی و قومی خدمتگذاری کی مثال شاید ہی ملے،

خیالی گنج میں ان کی بڑی اور وسیع کوٹھی، ان کے عزیزوں کا مسکن، نوواردوں کا ماویٰ، غریبوں کا ملجا، بڑے بڑے قومی خادموں کی فرودگاہ، علماء، فضلا، اور صلحاء کا مہبط اور مسلمانوں کے بڑے بڑے قومی جھگڑوں، اور فیصلوں کی عدالت گاہ رہی ہے، گو زمانہ کے انقلابات سے حالات بدل گئے تھے، مگر سیلاب نکل جانے کے بعد بھی زمین پر اس کے آثار باقی تھے، افسوس ہو کہ منشی صاحب مرحوم کی وفات کا حادثہ پچھلے دورِ خدمت کے قدیم جواہر فضائل کو بھی اپنے ساتھ لے گیا انا للہ، اب اُنکے جانشین فرزندوں منشی محمد انعام علی اور منشی محمد احترام علی صاحب سے اُمید ہو کہ وہ اپنے بزرگوں کے نیک نام کو اپنی خدمات سے زندہ رکھینگے،

معارف کے جن دس پرچوں کے طلبہ کے نام جاری کئے جانے کی درخواستیں مطلوب تھیں وہ پوری ہو چکیں، اب کوئی صاحب اسکے لئے کوئی درخواست نہ بھیجیں، البتہ بعض مخیر اصحاب سے التماس ہو کہ وہ اس نیک مثال کی پیروی کرکے اپنی طرف سے بعض نادار طلبہ کے نام پرچہ جاری کرائیں تاکہ معارف کا فائدہ ان لوگوں تک پہنچے جو اسکے سب سے زیادہ مستحق ہیں،

مقالات

کتاب اسلامی معاشیات کا ایک باب

حکومت کی آمدنی اور اس کے مصارف اور اغراض

از

مولانا سید مناظر احسن گیلانی صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ

(۲)

اوپر کے اجمال کی تفصیل یہ[1] ہو کہ گو ملک کے غربا، فقرا، معذوروں کا مسئلہ اسلامی حکومت کی نگاہ میں شروع سے تھا، لیکن ابتدا میں (خمس غنیمت) (یعنی غنیمت کے پانچویں حصہ سے جو حصہ ان لوگوں کے لئے مختص کیا گیا تھا، اس وقت اجمالاً محض اس گروہ کے تین ہی طبقہ تک بات محدود تھی،

---

[1] آگے جو کچھ بیان کیا جائے گا، دراصل وہ قرآن کی مشہور آیت صدقات کی تفسیر ہو گی یعنی انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیها والمؤلفة قلوبهم وفی الرقاب والغارمین فی سبیل اللہ وابن السبیل (نہیں ہو اسکے سوا الصدقات کا مصرف کہ وہ فقراء و مساکین کو دیا جائے اور ان لوگوں کو جو تحصیل صدقات میں کام کریں، اور جن کے قلوب کی تالیف مقصود ہو نیز الرقاب (غلاموں کے آزاد کرانے میں) اور الغارمین (تاوان زدہ لوگوں پر اور اللہ کی راہ میں اور مسافر پر) انہی کا نقہ میں اصطلاحی نام مصارفِ زکوٰۃ و صدقات ہو آیندہ اگرچہ اسی آیت کی تفصیل کی گئی ہو لیکن بیان میں ترتیب وہ نہیں ہو جو قرآن میں آپ پا رہے ہیں،

لیکن اب قرآن مین باضابطہ ملک کے ان معاشی حاجت مندون کی ایک تفصیلی فہرست[1] نازل ہوگئی، جس کا دائرہ علاوہ ان تینون جماعتون کے چند ایسے طبقات کو محیط تھا جن کی طرف شاید حاجتمندون کے لفظ سے بھی لوگون کا اکثر ذہن منتقل نہین ہوتا، میرا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگ جن مین معاشی جد وجہد کی قوت ہی گویا ساکن اور بجھی ہوئی ہو مثلاً جو یتیمون کا حال ہے، کہ معاش حاصل کرنے کیلئے جن جسمانی اور عقلی قوتون کی ضرورت ہے ابھی ان کا نشو و نما بھی ان مین صحیح طور پر ہونے نہین پاتا، اور جس طاقت کے وہ زیر پرورش تھے، اس سے بھی وہ محروم رہ جاتے ہین، اسی طرح ایسے لوگ جنمین یہ قوتین ابھری ہون، لیکن بوڑھاپے یا کسی وجہ سے جد وجہد کی صلاحیت ساکن ہوگئی، ہو خلاصہ یہ ہے کہ حصولِ معاش کی قوتین جن کی متحرک نہ رہی ہون، اب خواہ یہ سکون اسلئے ہو کہ ابھی ان کی حرکت کا وقت نہین آیا، یا متحرک ہو کر ساکن ہوگئی ہون، بہرحال ان سب پر "المسکین" کا لفظ بولا جاتا ہے جو سکون سے ماخوذ ہے، اور مبالغہ کا صیغہ ہے، یعنی انتہائی سکون کی حالت مین جس کی معاشی قوتین ہون، "المسکین" کے ذیل مین قاضی بیضاوی لکھتے ہین :-

من السکون کان العجز اسکنہ — المسکین کا لفظ "السکون" سے ماخوذ ہے گویا یون سمجھنا چاہئے کہ عجز اور بیچارگی نے اسکو ٹھنڈا اور غیر متحرک ساکن بنادیا،

یا حصولِ معاش کی قوتین اور ذرائع بالکل ساکن یا مفقود تو نہ ہون، لیکن کچھ حالات اتفاقی کے شکار ہو کر معاشی ذرائع سے وہ محروم ہوگئے ہون مثلاً ناگہانی طور پر کسی بیماری کا حملہ ہوا، اور علاج و معالجہ میں کسی کا سارا سرمایہ ختم ہو جائے، یا بیوپار کھیتی مین اسے نقصان پہنچا ہو، یا اسی قسم کے دوسرے حوادث کے جو شکار ہوئے ہون، جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان صحابیون کا حال تھا،

---

[1] یہ فہرست وہی آیت ہے جو گذشتہ حاشیہ مین گذر چکی ہے۔

جو مہاجرین کے نام سے موسوم ہین، کہ گھر بار جائداد چھوڑنے پر ان کو مکہ معظمہ کے حالات نے مجبور کیا اور مدینہ منورہ مین آکر انھون نے پناہ لی، حوادثِ روزگار مین انہی مبتلا ہونے والے نادارون کو "الفقراء" کہتے ہین، اس لئے قرآن مجید مین "مہاجرین" کے ساتھ فقراء کی صفت کا استعمال کیا گیا ہے، حالانکہ حصولِ معاش کے لئے جن جسمانی و عقلی قوتون کی ضرورت ہے، وہ سب ان مین موجود تھین خلاصہ یہ ہے کہ ہر ملک ہر سوسائٹی مین کچھ لوگ ایسے چکرون مین آجاتے ہین، کہ باوجود عدم معذوری کے کچھ کرنا بھی چاہین تو کرنے کی ساری راہین اپنے اوپر مسدود پاتے ہین، ہم کہہ سکتے ہین کہ موجودہ زمانہ کے بے روزگار تعلیم یافتون کی نوعیت بھی شاید اسی کے قریب قریب ہے، دوسرون کو حیرت ہوتی ہے، کہ ہاتھ پاؤن رکھتے ہوئے چاق چوبند ہوتے ہوئے یہ لکھنے پڑھنے والون کا گروہ آخر معاشی پریشانیون مین کیون مبتلا ہے، کہ معمولی اَن پڑھ جاہلون سے زیادہ روٹی کا مسئلہ ان کیلئے پیچیدہ بنا ہوا ہے، مجھے اس وقت تعلیم یافتون کے اس قابلِ رحم گروہ سے بحث نہین، اور نہ اس سے کہ اُن کی شکایت بیجا ہے یا بجا، بلکہ صرف ایک واقعہ کو بتانا ہے، کہ باوجود سب کچھ ہونے اور سب کچھ رکھنے کے معاشی ذرائع اُن پر بند ہین، یہ سب کا مشاہدہ ہے، جس سے معلوم ہوا کہ بہ ظاہر حالات کسی کے کیسے کچھ بھی ہون، لیکن اوس کے واقعی حال کا وہ کوئی صحیح معیار نہین ہو سکتا، حضرت اکبر مرحوم کا شعر اس موقع پر یاد آتا ہے، فرماتے ہین:

یہ دنیا رنج و راحت کا غلط اندازہ کرتی ہے
خدا ہی خوب واقف ہے کسی پر کیا گذرتی ہے

اسی لئے اسلام نے جہان ایک طرف مانگنے والون کے لئے سوال کو اس وقت تک حرام قرار دیا، جبتک بالکل مخمصہ اور اضطرار کی حالت نہ پیدا ہو جائے، لیکن اسی کے ساتھ دینے والون کو حکم دیا ہے جیسا کہ فاطمہ بنت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے، کہ

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
للسائل حق وان جاء علی فرس	مانگنے والے کا حق ہے، خواہ وہ گھوڑے ہی پر
(بیہقی فی سننہ)	کیون مانگنے نہ آیا ہو،

کیا معلوم کہ گھوڑے سوار کی حالت کیا ہے، اور وہ بیچارہ کس حال مین مبتلا ہے، جب کہ اس زمانہ کے زیادہ تر سائکل سوارون کے حالات سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہی، خلاصہ یہ ہی کہ اس فہرست مین قرآن نے پہلے تو "الفقراء والمساکین" کا ذکر کیا، اور دونون الفاظ ان تمام لوگون کو عام ہین جو مندرجۂ بالا صفات سے موصوف ہون، عمرو بن عاص فاتحِ مصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے ان الفاظ کی تفسیر پوچھی، بطور مثال کے ان چند طبقات

العمیان والعرجان والکسحان والیتامیٰ	اندھے، لنگڑے، اپاہج اور یتیمون

کا ذکر کرکے فرمایا:-

کل منقطع بہ[1]	ہر وہ شخص (جو وجوہ معاش) سے جدا ہو گیا ہو۔

اور واقعہ یہ ہی کہ حاجت مندون کے ان طبقات پر تو یون بھی لوگون کی نظر پڑتی ہے، ہر قوم اور ملک کے اربابِ ثروت و حیثیت ان کی امداد اپنا ایک اخلاقی اور دینی فرض سمجھتے ہین، اگرچہ حکومتون نے اپنی آمدنی مین ان کا کوئی مستقل حصہ نہین رکھا ہی، لیکن یون بے قاعدہ طور پر غیر منتظم شکلون مین مختلف تقریبات کے سلسلہ مین یا یون بھی ان لوگون کے ساتھ نیک سلوک کیا جاتا ہے، خوشی اور مسرت کے مواقع مین اندھون لنگڑون غریبون کو جمع کرکے کھانا کھلا دیا جاتا ہے یا کچھ پیسے بانٹ دیئے جاتے ہین، مگر اسلام کی نظر اس سے بھی آگے پہونچی، آج ابراہیم لنکن اور ان جیسون کا غلامون کے آزاد کرانے مین بڑی عزت سے نام لیا جاتا ہے، حالانکہ یورپ کے راجواڑون نے غلامون کے

---

[1] سنن بیہقی صفحہ (۱۳) کتاب الصدقات

آزاد کرنے یا کرانے کا بیڑا اُس وقت اٹھایا، جب ترکون اور عربون اور دیگر مسلمان قومون کے مقابلہ مین ان کو اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ نظر آیا، کہ جب تک ہم ہی لوگ غلامی کے انسداد پر رضامند نہ ہون گے، بری اور بحری راستون سے یورپ کے بچون اور عورتون کو غلام اور لونڈی بنانے کے طریقہ کو مسلمان نہ چھوڑین گے، آخر اس پر اتفاق ہوا، مسلمانون کے خلیفہ کے سامنے مسئلہ پیش ہوا، شیخ الاسلام نے

نحن احق بمکارم اخلاق

کے ساتھ اس نیک کام مین لبیک کہا، خلیفہ کے دستخط ہو گئے، کیونکہ ظاہر ہے غلام بنانا اسلام مین نہ فرض تھا نہ واجب، نہ سنت نہ مستحب، بلکہ دنیا کی قومون نے جنگی تجربات[1] کی بنا پر قیدیون کے قتل کرنے سے ان کو غلام بنا لینا نسبۃً آسان خیال کیا تھا، البتہ چونکہ غلام ہمیشہ دشمن قومون کے افراد ہوتے تھے، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ طبعاً نہ کیا جاتا تھا، جس کی داستانِ درد سے تاریخ بھری پڑی ہی، اس جنگی صورت کی بنا پر اسلام نے بھی دیکھا کہ جب دنیا کی ساری قومین مسلمانون کو غلام بناتی ہین تو اس نے بھی دشمن کے جنگی قیدیون کو غلام بنانا جائز قرار دیتے ہوئے اتنی ترمیم کر دی کہ جب تک ان کو غلام بنا کر رکھا جائے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے، حتی کہ کھانے پینے کی حد تک برابر

---

[1] واقعہ یہ ہی کہ ہر بڑی جنگ مین قیدیون کی ہزارون بلکہ لاکھون تعداد گرفتار ہوتی ہے، ان کو چھوڑا بھی نہین جاسکتا، کہ دشمن کی قوت مین اضافہ ہوتا ہے، ورنہ قید کرنے کی حاجت ہی کیا تھی، جنگ کے زمانہ مین خود اپنی فوجون کے مصارف مین جب دشواری ہوتی ہی تو ان ہزارون اور لاکھون قیدیون کا رکھنا آسان نہین ہی، قتل کر دینا بے رحمی ہی، پس اسی قتل کا بدل غلامی ہے، گویا ایک طرح کا احسان ہی کہ جو مستحقِ قتل تھے، ان پر منّ واحسان کرکے جان بخشی کر دی گئی، اور سچ پوچھئے تو بجائے قتل کے ان قیدیون کے زندہ رہنے کی غلامی کی صورت مین ایک صورت نکل آتی ہی، آج جب کہ سمجھا جاتا ہی کہ دنیا سے غلامی کا رواج اٹھا دیا گیا، ہی جنگ کے قیدیون کا مسئلہ اسی طرح بر بحث ہے

دکھا جائے، اور جب امن کا زمانہ آجائے، تو اسلام مین صرف یہی نہین کہ بیسیون شکلین قانونی اور مذہبی، مثلاً
کفارات وغیرہ کے ذرائع سے غلام آزاد کرائے جاتے ہین، بلکہ قرآن نے نیکی کی ایک بڑی اہم مد فک رقبہ
(غلام کا آزاد کرنا) بھی قرار دیا، پھر معاوضہ لیکر بھی غلامون کے آزاد کرنے کی ایک صورت جو عرب مین جاری
تھی یعنی کتابت اُس کی بھی اسلام نے ہمت افزائی کی، اور عام مسلمانون کو ان مکاتب غلامون کی امداد
پر ابھارا، خیر یہ سب تو غلامی کی راہ مین اسلام کی غیر متعین کوششین ہین، لیکن آخر مین تو یہ بھی کر گزرا کہ جس فہرست
مین اوس نے "الفقراء والمساکین" کو رکھا تھا، باضابطہ اسی فہرست مین "فی الرقاب" کا بھی اضافہ کر دیا، امت
کو اس کا اتفاق ہے، کہ "الرقاب" کے نیچے ایسے غلام داخل ہین جن کے آقاؤن نے معاوضہ لیکر ان کے
آزاد کرنے کا معاہدہ کیا ہو، اور جس وقت قرآن مین یہ فہرست نازل ہوئی، اس وقت نہ صرف عرب بلکہ
دنیا کے ہر حصہ مین آباد کارون کے ساتھ انسانون کا یہ گروہ بہ تعداد کثیر پایا جاتا تھا، جن کے مالکون نے
کہہ رکھا تھا، کہ اتنی رقم اگر تم ادا کر دو تو تمھاری گلو خلاصی ہو جائیگی، مگر ان بیکسون کے مددگار بہت
کم تھے، تا آنکہ اسلامی حکومت نے ان کے مسئلہ کو بھی اپنے ہاتھ مین لے لیا، بہرحال "الرقاب" کا لفظ اگرچہ
ہر قسم کے غلامون کے لئے عام ہے، لیکن عموماً فقہائے امت نے "مکاتب" والی قسم ہی مراد لی ہے، مگر امام
مالک کا خیال ہو کہ

الرقاب انما رقاب یبتاعون من الزکوٰۃ فیعتقون

"الرقاب" سے وہ غلام مراد ہین جنھین الزکوٰۃ کی رقم سے خریدا جاتا ہو اور اسکے بعد آزاد کئے جاتے ہین

(بقیہ حاشیہ ص ۳۲۹) بنا ہوا ہے، جیسے پہلے تھا، دشمن کی فوج کے قیدیون سے جس قسم کے ناقابل برداشت کام
لئے جاتے ہین، یا اندرونی طور پر ان قیدیون کے نگران اطبار (جیسا کہ سنا جاتا ہے) مخفی طور پر جو سلوک ان کے
ساتھ کرتے ہین، اگر واقعی وہ صحیح ہین، تو میرے نزدیک ان قیدیون کی حالت غلامی کے عہد کے قیدیون سے
بھی زیادہ قابل رحم ہی، مسئلہ غلامی کی تفصیل میری کتاب "الدین القیم" کے حصۂ دوم مین پڑھنا چاہئے جو عنقریب
انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہونے والی ہے، ۱۲

گویا غیر مکاتب "غلام" بھی اس کے نیچے داخل ہین جس کے معنی یہ ہوئے کہ صرف مکاتب غلامون
کے مسئلہ کو نہین بلکہ اس عہد کے اس پورے طبقہ کو جو "غلام" طبقہ خیال کیا جاتا تھا، قرآن نے اپنی اس
فہرست مین داخل کیا ہے، اور اس وقت داخل کیا جب ابراہیم لنکن جیسیون کے باپ دادی غلامون
کو درندون سے پھڑواکر اور ان کی جوڑیون کو لڑا لڑا کر تڑپتی ہوئی لاشون سے اپنی دعوتون کی رونق
بڑھاتے تھے، (تفصیل کے لئے دیکھو، تاریخ اخلاق یورپ اڈورڈ ہارٹ لیکی)

خیر اس وقت نہ سہی بعد ہی کو سہی ترکون کے دباؤ کی وجہ سے یا واقعی انسانی ہمدردی
کے تحت غلامون کی طرف حکومتون کی توجہ ضرور منعطف ہوئی لیکن ہر ملک اور ہر آبادی مین
غلامون سے بھی بدتر حال مین ایک اور طبقہ رہتا ہے، یہ اس لئے زیادہ قابل رحم ہے، کہ اورون
کے ساتھ حکومت نہ سہی عوام انفرادی طور پر حسن سلوک کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہین، لیکن اب انسانیت
کے جس طبقہ کا ذکر کرنا چاہتا ہون، یہ وہ بیکس محروم طبقہ ہے، جس کو کسی زمانہ مین حکومتی یا انفرادی
کسی ہمدردی کا مستحق نہین ٹھہرایا گیا، اور نہ ان کے ساتھ نیکی کرنی نیکی سمجھی گئی، میری مراد مقروضون
سے ہے، یہ دنیا کا وہ مظلوم گروہ ہے جس کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک تو بڑی بات ہے، اس وقت
تک دنیا کی حکومتون نے ان کے ستانے والون اور ان پر ظلم و تشدد کے پہاڑ توڑنے والون کی صرف
زبانی نہین، بلکہ قانونی امداد و اعانت کو اپنا فریضہ قرار دے رکھا ہی، ہر حکومت کی فوجی اور عسکری
قوت اس کے لئے تیار رہتی ہے، کہ مقروضون کے ذمہ قرض خواہون کا جو دین اور مطالبہ ہے صرف
اصل ہی نہین، بلکہ سود در سود کے ساتھ اوس سے وصول کرا دیا جائے، خواہ اس راہ مین اس کی
ساری جائداد، گھر کا سارا اثاثہ ہی کیون نہ نیلام ہو جائے، یہ ایک واقعہ ہے، اور تمدن و تہذیب
کی برقی روشنیون مین یہ اندھیر کھلم کھلا اودھم مچائے ہوئے ہے،

واقعہ یہ ہے، کہ مذکورۂ بالا فہرست کی گو تمام مدون کے ساتھ دنیا کی حکومتون نے اب تک کسی باضابطہ نیکی کا ارادہ نہین کیا، لیکن باضابطہ ظلم بھی ان حکومتون نے روانہ رکھا تھا، الّا ایک یہ بیچارہ مقروضون کا طبقہ ہی کہ خدا جانے کن مشکلات مین مبتلا ہو کر قرض کے بوجھ کو لادنے پر یہ آمادہ ہوتا ہی، اور پھر ان مشکلات سے نجات تو کوئی کیا دلاتا، سود در سود کی زنجیرون مین ساہوکار اُس کو جکڑتا چلا جاتا ہے، اور حکومتون کے سارے سوار و پیادے توپ اور بندوق سے ہر زنجیر کے جکڑنے مین اوس کے معاون و مددگار بنے ہوئے ہین، حکومت پبلک کے لئے ہی، بلکہ پبلک ہی کے لئے ہی، اس دعوی کے مدعیون کا پبلک ہی کے ایک طبقہ کیساتھ یہ طرزِ عمل قابلِ غور ہے،

بہرحال جیسا کہ مین نے پہلے عرض کیا ہی[1]، قرآن نے قرض کو دنیادی کاروبار یا معاملہ کی مد سے نکال کر ایک تو یونہی اس کو ایک اہم ترین انسانی ہمدردی کا مظہر قرار دیا، اور بجائے مقروض کے قرض دینے والے کے سامنے خدا نے خود اپنا ہاتھ پیش کیا، جس سے اسکی نیکی کی بلندی کا اندازہ ہوتا ہے، اور اس سے بھی عجیب تر یہ ہے، کہ بالآخر اسی فہرست مین "الغارمین[2]" کے لفظ کے ساتھ ملک کے قرضہ دار طبقہ کے مسئلہ کو حکومت نے اپنے ہاتھ مین لے لیا،

ان چند اہم مدون کے علاوہ ہر شہر اور ہر آبادی مین ایک اور واقعہ بھی پیش آتا ہی، خصوصاً اس زمانہ مین جب مواصلات کے ذرائع اتنے وسیع اور سہل نہ تھے، میری مراد ان لوگون سے ہے جو مختلف کاروبار کے سلسلہ مین اپنے ملک یا شہر یا گاؤن سے پردیس جاتے ہین، ان لوگون مین

---

[1] اس کا ذکر دوسرے غیر مطبوعہ ابواب مین آیا ہے، یعنی سود کو حرام کرکے اسلام نے لین دین کے مسائل مین چند ترمیمین کی ہین، ان مین ایک اہم مسئلہ یہ بھی ہے، کہ قرض کو معاملہ کی مد سے نکال کر خیرات، صدقات، تبرعات کی ایک اہم ترین قسم قرار دیا گیا ہے، [2] بالاتفاق اربابِ فقہ و تفسیر کے نزدیک "الغارمین" قرض دار ون کا گروہ مراد ہے ۱۲،

بسا اوقات مختلف حالات کے تحت کبھی ایسی صورت پیش آجاتی ہے، کہ وطن مین خواہ کتنے بڑے امیر ہی کیون نہ ہون، لیکن پردیس مین وہ بالکل بے دست و پا ہو کر رہ جاتے ہین، چونکہ پردیسی ہوتے ہین، اس لئے کسی سے نہ اُن کی جان ہوتی ہے، نہ پہچان، ایسی صورت مین ان کی حالت نہایت قابلِ رحم ہو جاتی ہے، یون تو پہلے زمانہ مین لوگ ایسے پردیسیون کے ساتھ انفرادی طور پر اچھا سلوک کرتے تھے، خصوصاً بعض قومون مین اس نیکی اور ہمدردی کا خاص ذوق تھا، جس مین عرب کا بھی نام خصوصیت کے ساتھ لیا جاتا ہے، لیکن جن اقوام و ممالک مین ذات پات یا قومیت و وطنیت کا مرض شدت پذیر ہو جاتا ہے، اُن کے یہان تو اس غریب مسافر کی سخت درگت بنتی ہے، بھلا جہان اپنے ملک، اپنے وطن، اپنی نسل، اپنے رنگ کے سوا ہر دوسرے آدمی کو بجائے آدمی کے کسی جانور کا بچہ خیال کیا جاتا ہو، وہان کے باشندون سے کوئی پردیسی کیا توقع رکھ سکتا ہی، اور یہ مرض گو موجودہ مغربی تمدن کی راہ سے بہت عام اور مہلک ہو گیا ہے، لیکن تاریخ کے مختلف ادوار مین مختلف قومین اسکا شکار رہی ہین، مثلاً ہمارے ملک ہندوستان ہی کی حالت پہلے کیا تھی، بلکہ اب بھی یہی ہے، کہ اس ملک کے بعض طبقے اپنے سوا دوسرون کو کتون سے بھی زیادہ ناپاک قرار دیتے ہین، جن بستیون اور گانون مین صرف اس قوم کے لوگ آباد ہین، اب بھی جا کر جس کا جی چاہے تجربہ کر سکتا ہے، کہ مسافر کی گانون مین شام ہو جاتی ہے، کسی درخت کے نیچے بھوکا پیاسا پڑا ہوا ہے، لیکن گاؤن والون مین کسی کو توفیق نہین ہوتی، کہ ایک لوٹا پانی یا ایک لقمہ کھانے سے اسکی تواضع کرے، بہرحال انسانی افراد کا یہ طبقہ بھی ہر ملک اور ہر قوم مین قابلِ توجہ تھا، اسی لئے قرآن کی فہرست مین "ابن السبیل" (راہ والے) مسافر کے نام سے ان کا بھی اضافہ کیا گیا، اور اسلامی حکومت نے اون کی خبرگیری و پرسش کو بھی حکومت کا ایک اہم مسئلہ قرار دیا،

الحاصل خراج و جزیہ وغیرہ کی آمدنی تو کشوری و فوجی ضرورتون اور رفاہاتِ عامہ کے لئے تھی،

لیکن جب اسلام نے انسانیت کے مصالحِ عامّہ اور ضروریاتِ مشترکہ کے ساتھ بنی آدم کے ان قابلِ رحم طبقات یعنی الفقراء والمساکین والرقاب والغارمین وابن السبیل کے معاشی مشکلات کے مسئلہ کو بھی اپنے ہاتھ مین لیا اور اسلامی حکومت کے بجٹ (موازنہ) مین مصارف کی فہرست مین ان کا بھی اضافہ کیا، تو ظاہر ہے کہ مصارف کی پابجائی کس مد سے ہو گی، اس کا سوال قدرتی طور پر پیدا ہونا چاہئے تھا، سو ہوا،

مگر جب حال یہ ہو کہ دنیا کی حکومتون کی آمدنیان فوجی اور کشوری (سول اور ملٹری) ضرورتون کیلئے بھی بسا اوقات ناکافی ہوتی ہین، حتی کہ مصالح عامّہ کی مد کا اضافہ جب سے حکومتون نے اپنے مصارف مین کیا ہے، اس وقت سے نئے نئے نامون اور نئی نئی تدبیرون سے رعایا پر محصول بھی عائد ہونے لگے، اور تجربہ بتاتا ہے کہ ان جدید محصولون اور مطالبات کا خواہ کچھ بھی نام رکھدیا جائے، لوگ آسانی سے دینے پر آمادہ نہین ہوتے، عموماً جو بھی دیتے ہین، جبراً و قہراً حکومت کے خوف سے دیتے ہین لیکن اکثریت حب دلی سے ان کی ادائی پر آمادہ نہین ہوتی،

صفائی صحت عامّہ، تعلیم عامّہ، وغیرہ کے فوائد کا لاکھ فلسفہ پروفیسرون اخبار نویسون کتب سازون کے ذریعہ سے بیان کرایا جائے، لیکن عام طور پر پھر بھی اکثریت اون کو حکومت کا جرہی قرار دیتی ہے، اس تجربہ کے ہوتے ہوئے مذکورۂ بالا طبقات کی امداد کے نام سے پبلک پر اگر کوئی جدید ٹیکس عائد کیا جائے گا، تو کوئی تعجب نہین، کہ باشندون کے صبر کا پیمانہ چھلک پڑے، اور خود حکومت کی جان کے لالے پڑ جائین،

اسلام کے سامنے بھی یہ سارے مشکلات تھے، پھر اُس نے ان کے حل کی راہ کیا پیدا کی اب مین اسکی کچھ تفصیل کرنا چاہتا ہون،

پہلی بات تو یہی ہے، کہ حکومت کی آمدنی مین اسلام نے حاکمانہ قوتون کا حصّہ قدر ضرورت سے

زیادہ نہین رکھا، خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اسلامی حکومت کے پہلے امام اور امیر تھے، جیسا کہ بیان کر آیا ہون، حکومت کی پہلی آمدنی سے بحیثیت امام یا امیر آپ کو خمس کے نام سے جو حصّہ ملا، اوس خمس سے بھی تین ثلث کو خداوند تعالی نے قرآن مین الیتامی والمساکین وابن السبیل کے لئے مخصوص فرما دیا، باقی دو حصون مین سے ایک حصّہ آپ کے اقربا، کا تھا، اور اس خمس کا خمس (یعنی پانچوین حصّہ کا پانچوان حصّہ) صرف "یہ صرف خاص مبارک" کے لئے مخصوص تھا، لیکن اس کا حال بھی یہ تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی ضروریات سے جو کچھ بچ جاتا تھا، اور آپ کی ذاتی ضرورتون کا معیار ہی کیا تھا جو نہ بچتا، اس کو بھی آپ مسلمانون ہی کے عام مصالح مین صرف فرما دیا کرتے تھے، علانیہ بھرے مجمعون مین اعلان فرماتے، کہ

ما یحل لی مما افاء اللہ علیکم مثل هذہ الا الخمس،	خدا نے جو آمدنی اے مسلمانو! تم پر واپس کی ہے (یعنی جس کا دروازہ تم پر کھولا ہے) اس مین خود میرے لئے بجز اس خمس (پانچوان حصّہ) کے اور کچھ لینا جائز نہین،

جب پیغمبر کے لئے "خمس" کے سوا کچھ حلال نہ تھا، تو اس سے دوسرے امرار دائمہ کا اندازہ ہو سکتا ہے، پھر اس کے بعد فرماتے اور

والخمس مردود فیکم،	اور پھر یہ خمس (پانچوان حصّہ) بھی تم ہی لوگون پر واپس کر دیا جاتا ہے،

مطلب یہ تھا کہ اس پانچوین حصّہ کی بڑی مقدار مسلمانون کی عام ضرورتون مین صرف ہو جاتی ہے،

اس فقرہ کی شرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ منقول ہے :-

یعنی بالخمس حقہ من الخمس،	یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اس سے

آپ کا وہ حصہ تھا جو خمس سے آپکو ملتا تھا،

بعد کو آپ کے راشدین خلفاءؓ نے جو عملی ثبوت خود اپنی اور اپنے عُمّال کی زندگی کی شکلون سے پیش کئے ہین، تاریخ کے اوراق ان واقعات سے لبریز ہین، اور اجمالاً بعض چیزون کا ذکر آچکا ہی، اور اسی کو مین اسلام کا ایک جدید اقدامی کارنامہ خیال کرتا ہون، بنی آدم کے وہ کس میرس پس ماندہ طبقے جو ہمیشہ دوسرون کے سینہ کے نہ صرف بوجھ بنے رہو بلکہ مختلف زمانون مین مختلف اقوام مین عملاً حتی کہ کہین کہین قانوناً بھی افلاس وغربت، مقروضیت، دائم المرضی، غلامی وغیرہ اتفاقی غیر اختیاری مصائب کو جرم اور سرمایۂ صدر سوائی وخواری قرار دیا گیا[1]، حقارت وذلت کے بدترین سلوکون کے جو ہمیشہ مستحق ٹھہرائے گئے، ان کی باضابطہ منظم شکل مین صرف زبان ہی سے نہین، بلکہ واقعی مالی اعانت کے لئے حکومت کا اپنی تمام عسکری اور فوجی قوتون کے ساتھ کمربستہ ہوجانا، اور اس کو عملاً کر گذرنا غالباً انسانیت کی تاریخ مین دنیا کی حکومتین اوس کی نظیر نہین پیش کرسکتین،

اور صرف یہی نہین، بلکہ اسلامی بجٹ (موازنہ) مین جدید مصارف کی ان غیر معمولی مدون کی تکمیل و یابجائی کے لئے علاوہ خمس کے حصون کے آمدنی کے جو ذرائع اسلام نے اختیار کئے، اور محصول اندازی کے اس سلسلہ مین جن حکیمانہ نزاکتون کو پیش نظر رکھا گیا ہے، وہ بھی بجائے خود کچھ کچھ کم تعجب انگیز نہین، بلکہ اسلام کی صداقت یا قدرتی قانون ہونے کی وہ ایک بین دلیل ہوسکتی ہے، میرا مطلب یہ ہے کہ موازنہ مین مصارف کی متعدد مدون کا جو اضافہ کیا گیا یہ معمولی مد نہین ہے، مذکورہ بالا طبقات مین سے تقریباً ہر ملک مین ہر طبقہ کے ہزارون اور لاکھون افراد رہتے بستے ہین، ان کی انفرادی مالی اعانت کا بیڑا اٹھانا کچھ آسان کام نہ تھا، معمولی رقوم سے مقصد حل نہین ہوسکتا تھا، ضرورت وافر آمدنی کی تھی، اسلام نے اس سلسلہ مین جو کچھ کیا ہے، یون تو سب ہی

[1] جیسا کہ اسپارٹا (یونان) والون کے قانون کے متعلق مورخین ذکر کرتے ہین ۱۲

جانتے ہین، لیکن شاید ان کی حکمتون پر غور نہین کیا گیا، مین ان مین سے بعض نکات اور مصالح کو نمبروار بیان کرتا ہون،

(۱) سب سے پہلی بات یہ ہو کہ موازنہ کے ان مصارف کی تکمیل کے لئے اسلام جن لوگون پر محصول عائد کرنا چاہتا تھا، ان کے لئے اس نے اس عجیب وغریب رعایت کا اعلان کیا، کہ جو لوگ اس محصول کے ادا کرنے کی ذمہ داری اپنے اوپر لین گے، ان کو ان تمام مالی مطالبات سے سبکدوش کر دیا جائے گا، جو عموماً دنیا کی حکومتین اپنی رعایا پر عائد کرتی ہین، ایک تو اسلام نے یونہی اپنی رعایا کو رومی وعجمی سلاطین کے ناجائز مطالبات سے سبکدوش کرہی دیا تھا، لیکن ان لوگون کے ساتھ رعایت کی حد کردی گئی یعنی زمین کا خراج جو ہر حکومت کا ایک قانونی اور فطری حق ہے، اُس سے بھی اس مد کے محصول ادا کرنے والون کو مستثنیٰ کر دیا جائے گا،

(۲) حکم دیا گیا کہ جس طرح ہر قوم و ملک کے لوگ خصوصاً جو کسی نہ کسی قسم کا مذہب رکھتے ہین منجملہ دیگر مذہبی امور کے آخر خیر وخیرات بھی ضرور کرتے ہین، پس خیر وخیرات کی یہی مد جسے بہرحال ہر مذہبی زندگی رکھنے والا آدمی اپنی آمدنی سے ضرور نکالتا ہے، لیکن اب تک اوسکو لوگون نے مبہم غیر متعین شکل مین رکھا ہے، آمدنی سے نکالی ہوئی اسی رقم کو اسلام ذرا متعین ومشخص شکل دیکر لوگون سے وصول کرے گا، اور بجائے اس کے کہ حاجت مندون تک اپنی آمدنی سے بچائی ہوئی اس رقم کو لوگ انفرادی طریقہ سے پہنچاتے تھے، حکومت اس کام کو اپنے ہاتھ مین لے لیتی ہے، اور اپنے صوابدید سے مستحقین تک پہونچادے گی، جس کے معنی یہی ہوئے کہ ایک طرف حکومت کے تمام مطالبون سے سبکدوشی بھی ہوئی، اور لوگون کے مالیات اور آمدنی پر مزید کوئی بار بھی نہ پڑا بلکہ وہی چیز جسے غیر منظم شکلون مین لوگ ادھر ادھر بانٹ دیا کرتے تھے، اب منظم شکل مین تقسیم ہوگی،

(۳) آمدنیون سے پس انداز ہونے والی اس رقم سے چونکہ ملک کے مذکورۂ بالا اتفاقی آفات و مصائب کے شکار طبقات کی امداد کیجائے گی اسلئے یہ ہوسکتا ہے کہ خود ان رقوم کے جمع کرنے والے یا اون کے خاندان مین سے کوئی آدمی کسی وقت خدانخواستہ ان مصائب وآفات کا شکار ہو تو وہ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، گویا جن اتفاقی مصائب وآفات کی تصویرین کھینچ کھینچ کر بیمہ کمپنی والون کے ایجنٹ آج یہ حکم دیتے ہین، کہ ان کا خیال کرکے اپنی آمدنی سے فیصدی کچھ رقم ان کی کمپنیون مین جمع کیجائے، یا انجمن ہائے اتحاد باہمی کے مبلغین جن اتفاقی ضرورتون کے لئے قرضہ ووام وغیرہ کا ہول دل مین پیدا کرکے انجمن کی کسی شاخ سے متعلق ہونے کی تلقین کرتے پھرتے ہین، ان ساری ضرورتون کی کفالت خود بخود ہو جاتی ہے، ملک کے یتامیٰ، فقراٗ مساکین، بیوائین، مقروض، مسافر جب سب ہی کا اس مین حق ہے، تو خزانہ کا یہ روپیہ ان تمام خطرات کے وقت جیسے دوسرون کی مدد کرے گا خدانخواستہ اگر دینے والون پر یا ان کے خاندان والون پر کسی وقت وہی مصیبت آجائے، تو اسکی اعانت سے کیسے گریز کیا جا سکتا ہے، البتہ فرق صرف اس قدر ہے کہ بیمہ یا انجمن اتحاد باہمی یا دوسری امدادی یونینیں جو ان ہی ضرورتون کو پیش نظر رکھکر قائم ہوتی ہین، ان کی جمع شدہ رقوم سے اتفاقی حادثات کی صورت مین جمع کرنے والے یا ان کے خاندان والون ہی کو نفع پہونچ سکتا ہے، اور اسلامی تنظیم کی شکل مین اگر ان پر ان کے خاندان پر کوئی حادثہ پیش آئے، تو ان کی امداد بھی وہ کریگا، اور اگر ان کے سوا ملک کے دوسرے باشندون کو اگر ان حادثات مین مبتلا ہونا پڑے تو ان کی بھی وقت پر مدد کیجائے گی،

علاوہ اس کے پہلی صورت مین ایک بڑی خرابی یہ بھی ہے، کہ آمدنیون سے رقم اس لئے پس انداز کرائی جاتی ہے، کہ اتفاقی حوادث کے موقع پر کام آئے گی، لیکن اگر اتفاقاً کیا اکثر یہی ہوتا ہے کہ ان رقوم کے جمع کرانے والے ان مفروضہ یا متوقعہ حوادث سے محفوظ رہتے ہین، اور خواہ ان کا پڑوسی

بلکہ حقیقی بھائی بھی کسی اتفاقی حادثہ مین مبتلا ہو گیا ہو، تو اس کی بھی امداد ان رقوم سے نہین ہو سکتی گویا ملک کی یہ رقم جو باشندگان ملک کے ان حوادث کو پیش نظر رکھکر جمع کرائی جاتی ہے، عموماً ان اغراض مین بہت کم کام آتی ہے، اور جمع کرانے والے ان کو برآمد کرکے عموماً غیر ضروری مصارف مین پھونک دیتے ہین، گویا بیمہ ہو یا انجمن ہائے اتحاد باہمی یا ازین قبیل دوسرے ادارہ جات ان سب کا قرآنی الفاظ مین

دولۃً بین الاغنیاء منکم (تونگرون ہی مین چرخ کھاتی ہو (وہ دولت)

ہی کی شکل مین زیادہ تر انجام ہوتا ہے یعنی گھوم گھما کر اور پھر پھرا کر امیرون ہی کے دائرہ مین وہ سرمایہ گشت کرتا رہتا ہے، غریبون کے منہ مین اڑ کر اس کی ایک کھیل بھی نہین پہونچ سکتی ہے، یہی جو حال ملک کے اس سرمایہ کا ہوتا ہے، جسے گو ملک کے اکثر افراد مین بظاہر پھیلا دیا جاتا ہے لیکن گھوم پھر کر بالآخر اصل مع اپنے تمام بیٹون، پوتون پڑپوتون کے "الاغنیاء" یا سرمایہ دار ہی کے جیبون مین اپنا آخری ٹھکانا بناتا ہے، میرا اشارہ سود اور بیاج کی طرف ہے،

لیکن اسلام ملک کی آمدنیون سے جو کچھ پس انداز کراتا ہے، وہ بہر حال انہی اغراض مین خرچ ہوتا ہے جس کے لئے وہ جمع کیا جاتا ہے، خواہ ان اغراض کے لئے خود جمع کرانے والے اور اُس کے خاندان کو ضرورت پیش آئے، خواہ ملک کے کسی اور دوسرے باشندہ کو انکی ضرورت ہو،

(۴) اسلام یہ محصول ملک کے ہر باشندے پر عائد نہین کرتا، بلکہ یہ تمام مطالبات محض ان لوگون تک محدود رکھے گئے ہین، جو اپنی اور اپنے زیر پرورش متعلقین کے روزمرہ معمولی مصارف کی تکمیل کے بعد اپنے پاس کچھ پس انداز کر سکتے ہون، اصطلاحاً اسی کا نام نصاب ہے، اور ہر چیز کا نصاب اسلام نے جدا جدا مقرر کیا ہے، جس کی تفصیل فقہ کی کتابون مین پڑھی جا سکتی ہے اور عموماً لوگون کو معلوم بھی ہے،

(۵) اس کے بعد بھی یہ مطالبات ہر قسم کے مملوکات پر عائد نہین ہوتے، بلکہ صرف ان چیزون سے متعلق ہوتے ہین جن مین عموماً بڑھنے بڑھانے کی صلاحیت ہو، مثلاً تجارت، زراعت، بغرض افزایش نسل جن مویشیون کی پرورش کیجاتی ہے، یا نقد سرمایہ بشکل سونا چاندی، ظاہر ہے کہ آدمی ان کو بڑھا سکتا ہے، اور اُن سے آمدنی پیدا کرسکتا ہے، بلکہ آمدنی پیدا کرنے کے عام ذرائع دنیا مین عموماً یہی نقدین (سونا چاندی) اور اون کے سکے ہین،

(۶) اس محصول اندازی مین اس کا بھی خاص طور پر بڑی احتیاط سے خیال کیا گیا ہے، کہ جن چیزون کے حصول مین زیادہ محنت اور کد وکاوش و دوادوش ہوتی ہو، اسی نسبت سے مطالبہ مین تخفیف کیجائے، اور جس حد تک اسکی پیدایش مین محنت کم اور قدرتی وسائل کو زیادہ دخل ہو، محصول مین اضافہ ہوگا، یعنی تجارتی اموال یا سونا چاندی یا ان کے سکے چونکہ اُن سے آمدنی حاصل کرنے مین پورا وقت صرف کرنا پڑتا ہے، بجز سرمایہ کے سارا بار تاجر ہی پر پڑتا ہے، اس لئے اس قسم کے اموال سے چالیس روپیہ مین سے ایک روپیہ لیا جاتا ہے، بخلاف کاشت کے کہ اگر اسکی سیرابی وغیرہ مین مصنوعی ذرائع مثلاً رہٹ چرس وغیرہ سے کام لینا نہین پڑتا، بلکہ قدرتی بارش یا نہرون کے پانی سے سیرابی ہوتی ہے، تو مثلاً دس من سے ایک من یعنی دسوان حصہ اور اگر آبپاشی کے مصنوعی ذرائع رہٹ موٹ، چرس وغیرہ سے بھی کام لینا پڑتا ہے، تو بیسوان حصہ، اسی طرح اگر کسی کو خزانہ مل جائے (جس کی مختلف شکلین ہین) بہرحال خزانہ پانے کی جن صورتون مین پانے والا قانونی طور پر اس کا مالک قرار دیا گیا ہو، چونکہ یہ ایک غیر مترقبہ شے اس طور پر حاصل ہوتی ہے، کہ اس مین محنت کا حصہ بہت ہی کم ہے، اس لئے حکومت پانچوان حصہ اس سے لیگی، اور یہی حکم سونے چاندی، لوہے، سیسے، پیتل وغیرہ معدنیات کا ہے، یعنی حکومت پانچوان حصہ لے گی، البتہ ایسی مویشیان (مثلاً اونٹ گائے، بکریان، دُنبے وغیرہ) جن کا زیادہ وقت چراگاہ اور جنگل مین گذرتا ہو، یعنی عموماً جن سے

افزایش نسل کا کام لیا جاتا ہے، اصطلاحاً انھین "السوائم" کہتے ہین، اور دنیا کے مختلف علاقون مین لوگ اسکا مستقل روزگار کرتے ہین، ہندستان کے آباد علاقون مین اس کا رواج کم ہے، اور صحرائی علاقون کی آبادی کے ایک بڑے حصہ کی گذراوقات مویشیون کی اسی قسم کی پرورش سے ہوتی ہے، اور یہی ان کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکوٰۃ نبوت کی روشنی مین ان ہر قسم یعنی اونٹ کا الگ، گائے بیل کا الگ، بکرون دُنبون بھیڑون کا الگ الگ نصاب اور جو کچھ محصول ان سے لیا جائے، اُن سب کی تعداد مقرر فرمادی ہے،

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ ان مین بھی وہی چالیسوین حصہ کا عمل ہوا ہے، جس کی دلیل یہ ہے کہ عرب مین زیادہ تر مذکورۂ بالا جانورون ہی کی پرورش بطور ذریعۂ معاش کے گلون اور ریوڑون کی شکل مین کیجاتی تھی، لیکن جب ایسے ممالک فتح ہوئے جہان یہی کاروبار گھوڑون کا بھی جاری تھا جیسا کہ ابن ہمام لکھتے ہین، کہ آنحضرت کے عہدِ مبارک مین

لم یکن اصحاب الخیل السائمة من المسلمین بل اهل الابل و ماتقدم اذ اصحاب هذه انما هم اهل المدائن والدشت والتراکمة وانما فتحت بلادهم فی زمن عمر و عثمان،

(صفحہ ۴۹۵، جلد ۱)

(عہد نبوت مین) مسلمانون کے کسی طبقہ مین گھوڑون کی پرورش کا افزایش نسل کی غرض سے عموماً رواج نہ تھا، بلکہ اونٹون اور جن امور کا ذکر ہوا ان ہی کی پرورش کا رواج تھا، کیونکہ گھوڑون کی پرورش کرنیوالے اس زمانہ مین یا دائن کے لوگ ہین یا دشت کے یا ترکمانی خرگاہون والون مین اس کا رواج ہے، اور ان علاقون پر مسلمانون کا قبضہ حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما

بہرحال جب گھوڑون والی رعایا بھی اسلامی محروسہ مین داخل ہوئی تو سوال پیدا ہوا کہ ان گھوڑون پر بھی محصول عائد کیا جائے، جیسا کہ دوسرے جانورون پر ہے، لیکن محصول کی مقدار کیا ہو تو حنفی فقہاء لکھتے ہین، کہ حضرت عمرؓ نے فیصلہ کیا،

صاحبہا بالخیار ان شاء اعطی من	اس قسم کے گھوڑون کے پالنے والون کو
کل فرس دینارا وان شاء قومہا	اختیار ہے، چاہین ہر گھوڑے کی زکوٰۃ
واعطی من کل مائتی درھم خمسة	ایک دینار (اشرفی) ادا کرین اور چاہین
دراھم،	تو یہ بھی کرسکتے ہین، کہ گھوڑے کی قیمت
(ھدایہ)	لگا کر ہر دوسو درہم پر پانچ درہم زکوٰۃ

جب دوسو درہم کی قیمت سے پانچ درہم کا یہان بھی حضرت عمرؓ نے حکم دیا، تو وہی چالیسوان حصہ اُس مین بھی ہوا، اس لئے قیاس کیا جاتا ہے، کہ غالباً مویشیون مین بھی چالیسوین حصہ کے اصول کو محفوظ رکھا گیا ہو، واللہ اعلم بالصواب،

(۷) عام طور سے جن اموال پر محصول عائد کیا جاتا ہے عموماً محصول اوسی وقت ان کا وصول نہین کیا جاتا جس وقت مالک کی ملک مین وہ چیز آئی ہو، بلکہ مالک ہونے کے کامل ایک سال (حولان حول) گزرنیکی ضرورت ہو، یہ عام دستور ہے، زراعت مین کچھ ترمیم بھی ہوئی ہے،

(۸) نہایت شدید تاکیدی احکام اس باب مین بھی ہین، کہ حکومت کی خراجی وغیرہ مدون کی آمدنیون کو اس آمدنی سے بالکل الگ رکھا جائے، یعنی مذکورۂ بالا مصیبت زدہ طبقات کی امداد کے لئے جو آمدنی حاصل کیجاتی ہے، اس کا خاص نام "الصدقات" ہو اُس کے متعلق یہ حکم ہے، کہ اس فنڈ کی رقم کو حکومت کی دوسری آمدنیون مین نہ ملایا جائے اور ان خراجی مصارف پر اس آمدنی کا کوئی حصہ (بجز خاص صورتون کے) ایک حبہ خرچ ہوسکتا ہے، قاضی ابو یوسف نے ہارون الرشید کو مخاطب کرتے

ہوئے بڑے سخت تہدیدی لہجہ مین بار بار پلٹ پلٹ کر یہ فتوی صادر کیا ہے کہ

لاینبغی ان یجمع مال الخراج الی	جائز نہ ہوگا کہ خراج کی آمدنی الصدقات
مال الصدقات والعشور لان	اور العشور کی آمدنی کے ساتھ جمع کیجائے کیونکہ
الخراج فیء لجمیع المسلمین والصدقات	خراج تو ہر قسم کے مسلمانون کی مشترک آمدنی
لمن سمی اللہ عز وجل فی کتابہ	ہے، اور الصدقات تو صرف انہی لوگون
(الخراج صفحہ ۴۶)	کے لئے مخصوص ہے، جن کے نام کا ذکر حق
	تعالیٰ نے اپنی کتاب مین فرمایا ہے،

حتی کہ انھون نے تو یہان تک تاکید کی ہے، کہ دونون مدون (خراج و صدقات) کے تحصیل دار بھی الگ الگ ہونے چاہئین، فرماتے ہین:

ولا یتولاہا عمال الخراج فان	بلکہ خراج کے کلکٹرون اور تحصیلدارون کے
مال الصدقة لا ینبغی ان یدخل	ہاتھ مین الصدقات کی آمدنی کے وصول
فی مال الخراج،	کا مسئلہ نہ سپرد کیا جائے، اور نہ یہ جائز
(کتاب الخراج صفحہ ۴۶)	ہو کہ الصدقات کی آمدنی خراج کی آمدنی
	مین شریک کی جائے،

(۹) جس علاقہ یا ضلع یا تعلقہ سے الصدقات کی آمدنی وصول کیجائے سب سے پہلے ان صدقات کے مستحق اسی علاقہ کے مندرجۂ بالا طبقات کے اہل حاجت ہین، ہدایہ مین ہے:

ویکرہ نقل الزکوٰة من بلد الی بلد	ایک شہر سے دوسرے شہر مین صدقہ کو
وانما تفرق صدقة کل فریق فیھم	منتقل کرنا مکروہ ہے، بلکہ ہر فریق کا
(ھدایہ ج ۲)	صدقہ انہی لوگون مین تقسیم کیا جائے،

ابن ہمام نے کلیہ لکھا ہی، کہ

والمعتبر فی الزکوٰۃ مکان المال	زکوٰۃ مین یہ دیکھا جاتا ہی، کہ آمدنی کس جگہ سے وصول ہوئی، ہی، (یعنی جس مقام سے وصول ہوئی ہے، اسی مقام کے مستحقون مین تقسیم ہوگی)

اس باب مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث مشہور ہے کہ

توخذ من اغنیاء ھم و ترد علی فقرائھم	جس علاقہ کے تونگرون اور سرمایہ دارون سے الصدقات وصول کئے جائین، اسی علاقہ کے فقرار مین وہ تقسیم کی جائین،
(بخاری و مسلم)	

حضرت عمران بن حصین صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کسی جگہ وہ الصدقات کے تحصیلدار بنا کر بھیجے گئے، کچھ دن کے بعد جب واپس ہوئے تو لوگون نے پوچھا این المال (مال کہان ہے)، بولے:

للمال ارسلتمونی اخذنا ھامن حیث کنا ناخذ ھا علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و وضعنا ھا حیث کنا نضعھا،	کیا آمدنی لانے کے لئے تم نے ہمین بھیجا تھا، ہم نے اس کو ان ہی مقامات سے وصول کیا، جہان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین وصول کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین جہان اسکو تقسیم کرتے تھے
(سنن بیہقی)	

البتہ اگر وہان کے ضروریات سے بچ جائے، تو پھر باقی ماندہ حصہ کو "مرکز" کے خزانہ مین جمع کر دیا جائے، اس سلسلہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین یمن اور قبیلۂ طے "تمیم"

تک کے صدقات آتے تھے، بہرحال کلیہ یہی ہے، کہ "الصدقات" کو پہلے اس مقام کے مستحقین مین تقسیم کیا جائے، جہان کے ارباب حیثیت سے وصول کیا گیا ہو، خواہ وہ کسی شکل مین ہو، بعض فقہار نے تو مختلف اصولی حدیثون کی بنا پر اس قانون مین یہانتک تفصیل کی ہے کہ

الافضل ان یصرفھا الی اخوتہ الفقراء ثم الی اولادھم ثم اعمامہ الفقراء ثم اخوالہ ثم ذوی ارحامہ ثم جیرانہ ثم اھل سکنتہ ثم اھل مصرہ،	یہ زیادہ بہتر ہے کہ "الصدقات" کی آمدنی محصول ادا کرنے والون کے محتاج بھائیون مین تقسیم کی جائے، پھر ان کے بعد اس کا استحقاق بھائی کی اولاد کو ہے، پھر محتاج چچاؤن کا حق ہے، پھر ماموؤن پھر عام رشتہ دار پھر پڑوسی پھر جو لوگ اس کے گھر پر رہتے ہون، جس پر صدقہ ادا کرنے والا رہتا ہو، پھر اس کے شہر والے،
(فتح القدیر صفحہ ۲۹ ج ۲)	

جس کے یہ معنی ہوئے کہ صرف مقام ہی کو ترجیح حاصل نہین ہے، بلکہ دینے والون کے رشتہ دارون کو غیر رشتہ دارون پر اور رشتہ دارون مین بھی جو جتنا زیادہ رشتہ مین قریب ہو وہ اگر مذکورۂ بالا مصائب و آفات مین گرفتار ہو گیا ہے، تو اس مال کا وہ زیادہ مستحق ہے،

"الصدقات" کے متعلق ان نازک حکیمانہ اصولون کے ساتھ یہ اعلان کہ جو مسلمان اس محصول کو ادا کریگا، اس کو دوسرے حکومتی مطالبات سے سبکدوش کر دیا جائے گا، اس کا قدرتی اثر یہ تھا کہ برضا و رغبت لوگ اسی الصدقاتی مطالبہ کو قبول کر رہے تھے، یہی وجہ ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی عربون کو مخاطب فرما کر ارشاد فرماتے:

یامعاشر العرب احمد و اللہ اذ	عرب کے لوگو خدا کا شکر کرو کہ تم سے اس نے

رفع عنکم العشور (الطحاوی ص ۳۱۲)	حکومتی عشور (دہ یکی) کو اٹھوادیا،

لوگون کو اس حدیث کے سمجھنے مین دشواری پیش آئی، حالانکہ صاف مطلب یہی تھا، کہ حکومتین اپنی رعایا پر جو دہ یکی (عشر) وغیرہ کے نام سے ٹکس اور رنٹ عائد کرتی تھین، حق تعالیٰ نے مسلمانون کو اس سے معاف فرمادیا ہی، اسی لئے آپ کبھی یہ فرماتے کہ

لیس علی المسلمین عشور انما العشور	اہلِ اسلام پر العشور (حکومتی ٹکس) نہین
علی اھل الذمۃ (طحاوی ص ۳۱۲)	ہے، بلکہ العشور صرف اہلِ ذمہ پر ہے،

مطلب یہ ہی کہ اہلِ اسلام چونکہ "الصدقات" اداکرتے ہین، اس لئے حکومتی دہ یکی باج وخراج وغیرہ سے وہ مستثنیٰ ہین، اور اب خراجی آمدنی صرف اہلِ ذمہ پر رہجاتی ہے، حکومتی ٹکسون سے استثنا ہی کا ثمرہ تھا، جسے بعض مسلمان کھونا نہین چاہتے تھے، اور اسلام کے اس قانون کی بنیاد پر یعنی غیر مسلم رعایا کی مملوکہ خراجی زمین اگر مسلمان بھی خریدے گا تو اوس سے بھی خراج ہی لیا جائیگا، بہت سے مسلمان ابتدا مین خراج کی اس ذات کو برداشت کرنا پسند نہین کرتے تھے، یحییٰ بن آدم القرشی نے اپنی کتاب الخراج مین یہ سوال اٹھاکر کہ خراجی زمین خرید کر کیا اس کا خراج اپنے ذمہ کوئی مسلمان لے سکتا ہے، مختلف اکابر اسلام کا یہ فتویٰ جواب مین نقل کیا ہی:

لاتجعل فی عنقک صغارا (کتاب	اپنی گردن مین ذات کا طوق کیون
الخراج قرشی صفحہ ۵۴)	ڈالتے ہو، (یعنی بلاوجہ خراج) کی ذلت
	کیون برداشت کرتے ہو،

(باقی)

لغاتِ جدیدہ

چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری یعنی لغت مع اضافہ وضمیمہ مسعود عالم صاحب ندوی حجم ۲۵۴ قیمت :- عہر

شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک

(استدراک وتنقیح)

از

مولانا مسعود عالم ندوی

(۴)

اس سے پہلے کے نمبر مین کتاب التوحید اور تقویۃ الایمان کے جن دو اختلافی مسئلون کا حوالہ دیا گیا تھا، ان مین سے پہلا مسئلہ تو التوسل فی الدعاء کا ہے :-

"التوسل فی الدعاء، مثلاً خدائے تعالیٰ سے استدعا کیجائے، بحرمت فلان یا بحق فلان کہ کر، تو اس توسل کو ابن عبدالوہاب نہایت شدت سے ممنوع قرار دیتا ہے، مولنا محمد اسمٰعیلؒ کے ہان یہ توسل ناجائز نہین ہے، تقویۃ الایمان مین اس کے جواز کی تصریح کرتے ہین"

(ص ۱۳۶ حاشیہ)

تقویۃ الایمان کی تصریح بھی پیش خدمت ہی :-

"اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ جو لوگون مین ایک ختم مشہور ہی، کہ اُس مین یون پڑھتے ہین، یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ، یعنی اے شیخ عبدالقادر جیلانی کچھ دو تم اللہ کے واسطے، یہ لفظ نہ کہا جائے، ہان اگر یون کہے کہ یا اللہ کچھ دے شیخ عبدالقادر کے واسطے تو بجا ہی......"

(ص ۵۶ مطبوعہ نولکشور ۱۸۸۸ء)

اس سلسلے میں سب سے پہلی بات تو یہ قابلِ لحاظ ہے، کہ توسل فی الدعا، کوئی ایسا اساسی مسئلہ نہیں جس میں مولنا شہیدؒ اور شیخ ابن عبدالوہابؒ کے اختلاف کو اتنی اہمیت دی جائے، دوسری بات یہ کہ مولانا سندھی کا بیان بہت مجمل ہے، اختلاف کی نوعیت واضح کرنے کے لئے تھوڑی سی تفصیل کی ضرورت ہے، توسل فی الدعا کی یہ نوعیت جسے ہم توسل بالذوات بھی کہہ سکتے ہیں، احیار میں بلا اختلاف جائز ہے[۱] اموات سے توسل کے یہ معنی ہیں، کہ اُن کے اعمالِ خیر و مقبولہ سے توسل کیا جائے، تو جس طرح اپنے اعمالِ خیر سے توسل جائز ہے، اسی طرح دوسرے احیار و اموات کے اعمالِ خیر سے بھی، البتہ اموات سے خطاب کرکے اگر مستقلاً ان سے مانگا جائے، تو یہ شرک ہے، اور اس کے عدم جواز پر بھی اتفاق ہے، اور اگر ذواتِ صالحہ (اموات) سے یہ سمجھ کر توسل کیا جائے، کہ شاید ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ دعا قبول فرمائے، تو یہ صدیوں سے محققین علمار کے درمیان مختلف فیہ مسئلہ رہا ہے، (اور توسل فی الدعا کی یہی وہ صورت ہے، جس میں کتاب التوحید اور تقویۃ الایمان کی رائیں مختلف ہیں) شیخ عزالدین ابن عبدالسلام (ف ۶۶۰ھ) توسل بالذوات (اموات کی صورت میں) کو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کے ساتھ خاص کرتے ہیں،

لا یجوز التوسل الی اللہ تعالیٰ الا	اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نبی کریم صلی اللہ
بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	علیہ وسلم کے سوا اور کسی سے توسل کرنا
ان صح الحدیث فیہ (الدر	جائز نہیں، بشرطیکہ وہ حدیث جو اس

[۱] وَاَمّا التوسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم والتوجہ بہ فی کلام الصحابۃ والتابعین فیریدون بہ التوسل بدعائہ وشفاعتہ ..... والثانی التوسل بدعائہ وشفاعتہ وھذا کان فی حیاتہ ویکون یوم القیامۃ یتوسلون بشفاعتہ (التوسل والوسیلہ لابن تیمیہ ص ۴۴)

اس تحریر معلوم ہوتا ہے کہ امام ابن تیمیہؒ کے نزدیک توسل بالذات کے معنی توسل بالدعا ہی کے ہیں جو احیا میں جائز ہے

(النضید: ص)
دلالت کرتی ہے صحیح مان لیجائے،

اسکے برخلاف امام ابن تیمیہ (ف ۷۲۸ھ) اسے بالکل ممنوع قرار دیتے ہیں، اور یہی مسلک فقہائے حنفیہ کا معلوم ہوتا ہے[۱]، شیخ محمد بن عبدالوہاب بھی امام ابن تیمیہؒ کے مسلک پر سختی کے ساتھ عامل ہیں، امام شوکانی (ف ۱۲۵۰ھ) تمام انبیار اور صالحین سے توسل کو جائز کہتے ہیں، (الدر النضید ص) تقویۃ الایمان کی عبارت سے مولانا شہیدؒ کا رجحان بھی یہی معلوم ہوتا ہے،

جب محققین علمائے سنت توسل بالذوات کے مسئلے میں اتنی مختلف رائیں رکھتے ہیں[۲]، تو پھر کسی ایک رائے پر اتنا تشدد کیوں برتا جائے؟ اور اگر مولانا شہیدؒ کے کسی عقیدت مند کو فقہائے حنفیہ اور امام ابن تیمیہؒ کی رائے بھلی لگتی ہو، تو صرف اتنی سی بات پر، اسے مولینا شہیدؒ کے حلقۂ ارادت سے کیوں خارج کیا جائے؟

دوسرا اختلافی مسئلہ شرک اصغر اور شرک اکبر کا ہے:

"دوسرا مسئلہ حسب ذیل ہے، آیۂ ان اللہ لا یغفران یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء کی تفسیر میں ہر دو کا اختلاف ہے، اس آیت کا ظاہری اقتضا یہی ہے، کہ شرک غیر مغفور ہے اور ماورائے شرک دوسرے کبائر قابلِ مغفرت ہیں، یہ اس آیت کا ظاہری تقاضا ہے، اب

[۱] ویکرہ ان یقول فی دعائہ بحق فلان او	اور یہ مکروہ ہے کہ کوئی بحق فلان کہہ کر دعا مانگے،
بحق انبیائک ورسلک لانہ لا حق للمخلوق	یا اللہ تعالیٰ سے اس کے پیغمبروں اور رسولوں کی
علی الخالق (الہدایۃ: کتاب الکراھیۃ:	حرمت اور حق کا واسطہ دلا کر استدعا کرے، اسلئے
ص ۱۰۸، مطبوعہ کلکتہ: ۱۲۳۴ھ)	کہ خالق پر مخلوق کا کوئی حق نہیں ہو سکتا،

[۲] توسل پر تفصیلی معلومات کے لئے سب سے بہتر کتاب امام ابن تیمیہؒ کی قاعدۃ جلیلۃ فی التوسل والوسیلہ ہے، جلاء العینین ص ۳۱۵، ۲۶۹ میں بھی مفصل بحث ہے، اور فریقین کے دلائل جمع کر دیئے گئے ہیں،

شرک کا لفظ دو چیزون پر اطلاق ہوتا ہے شرک اکبر، شرک اصغر، شرک اکبر تو یقیناً کفر ہے.....
شرک اصغر کو اہل علم کبائر مین شمار کرتے ہین، ابن عبد الوہاب اسکو شرک اکبر سے ملاتا ہے، چونکہ
نص مین عموم ہے، اسلئے وہ تخصیص کی اجازت نہین دیتا، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جو مسلمان
شرک اصغر مین مبتلا ہو، اس کا اسلام ان کے ہان مقبول نہین ہے،

مولانا شہید یہان حکم کے طور پر ایک فیصلہ کرتے ہین، وہ فرماتے ہین، شرک اصغر کی بھی
جس قدر سزا مقرر ہے، وہ مغفور نہین ہوگی، شرک اصغر کبائر مین شامل نہین، اس کی سزا
اس کے مرتکب کو ضروری طور پر بھگتنا پڑے گی، مگر وہ کفر کے برابر نہین..... (ص ۱۳۶، ۱۳۷ ملخصہ)

ہمین افسوس ہو کہ یہان مولانا سندھی نے ابن عبد الوہابؒ اور مولانا شہید دونون مین سے
کسی کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی نہین کی، تقویۃ الایمان کا وہ ٹکڑا جس پر یہ عمارت کھڑی کی گئی ہے
حسب ذیل ہے :۔

"اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرک نہ بخشا جاوے گا، جو اسکی سزا ہے مقرر ملے گی، پھر اگر
پورے درجے کا شرک ہے، کہ آدمی جس سے کافر ہو جاتا ہے، تو اس کی سزا یہی ہے، کہ ہمیشہ
ہمیشہ کو دوزخ مین رہے گا......اور جو اس سے ورے درجے کا شرک ہوا ان کی سزا
جو اللہ کے یہان مقرر ہے، سو پاوے گا، اور باقی جو گناہ ہین، ان کی جو کچھ سزائین اللہ کے یہان
مقرر ہین، سو اللہ کی مرضی پر ہین، چاہے دیوے چاہے معاف کرے،

(تقویۃ الایمان: ص ۱۳)

جہان تک شرک کے غیر مغفور ہونے کا تعلق ہے، ظاہر ہے، کہ دونون مین کوئی اختلاف
نہین، البتہ مندرجۂ بالا عبارت سے شرک اصغر پر اصرار کرنے والون کے مسئلے مین اختلاف رائے
کا شبہہ ہوتا ہے، لیکن تقویۃ الایمان اور کتاب التوحید کے مطالعے اور مقابلے سے معلوم ہوتا ہے کہ

شرک اصغر مین بھی دونون کی رائین ملتی جلتی ہین، اہلِ نجد نے بھی ان مسلمانون کی، جو شرک اصغر
مین مبتلا ہین، علی الاطلاق تکفیر نہین کی،[1] البتہ تارکینِ صلوٰۃ[2] اور مانعینِ زکوٰۃ کی طرح یہ ان لوگون
سے بھی قتال کے قائل ہین، جو قبر پرستی اور تعزیہ پرستی وغیرہ (جسے شرک اصغر کہا جاتا ہے) مین مبتلا ہین
اور وہ بھی تبلیغ و فہمایش کے بعد، بالکل اسی طرح مولانا شہیدؒ بھی قبر پرستون کو (یعنی ان مسلمانون
کو جو شرک اصغر مین مبتلا ہین) مشرکینِ عرب سے کم نہین سمجھتے :۔

"یعنی شرک دو طرح ہوتا ہے، ایک تو یہ کسی کے نام کی صورت (مورت) بنا کر پوجے، اس کو
عربی زبان مین صنم کہتے ہین، اور دوسرے یہ کہ کسی تھان کو مانے یعنی کسی کے مکان یا درخت
کو......کسی کے نام کا ٹھہرا کر پوجے، اوس کو زبانِ عربی مین وثن کہتے ہین، اس مین داخل
ہو، قبر اور کسی کا چلہ اور لحد اور کسی کے نام کی چھڑی اور تعزیہ اور علم......کہ لوگ اس کی
تعظیم کرتے ہین، اور وہان جا کر نذرین چڑھاتے، اور منتین مانتے ہین، .....اور اسی طرح
بعض مکان مرضون کے نام سے مشہور کرتے ہین، ......غرض کہ یہ سب وثن ہین، سو پیغمبر
صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے، کہ مسلمان جو قیامت کے نزدیک مشرک ہو جاوینگے
ان کا شرک اسی قسم کا ہوگا، کہ ایسی چیزون کو مانین گے، برخلاف اور مشرکون کے

---

[1] ومن جملۃ ھذہ الاکاذیب ماذکرہ ......ان شیخ الاسلام محمد بن عبد الوھاب یسفک الدماء...... ویتجاری علی قتل النفوس ......وتکفیر الامۃ المحمدیۃ فی جمیع الاقطار ھذا کلہ کذب (بریٔۃ الامامین ص ۸۵)

اور ان کذب بیانیون مین سے یہ بھی ہے، کہ شیخ الاسلام محمدؒ بن عبد الوہاب (خلق اللہ کا) خون بہاتے ہین، اور انسانون کی جان لینے مین حد سے زیادہ جری ہین، اور دنیا جہان کے مسلمانون کو کافر کہتے ہین، ......یہ سب جھوٹ ہے،

[2] تارکین صلوٰۃ کے بارے مین اہلِ نجد کے مسلک سے واقفیت کے لئے ملاحظہ ہو: الھدیۃ السنیۃ (ص ۶۹-۹۶)

کہ جیسے ہندو یا مشرکین عرب کہ اکثر صنم پرست ہین، یعنی مورتون کو مانتے ہین، سو دونون مشرک ہین، اللہ سے پھرے ہوئے رسول کے دشمن (ص ۴۴، ۴۳، تقویۃ الایمان)

یہ مفہوم ایک دوسری جگہ اور صاف طور سے ادا ہوا ہی :-

"اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین کافر بھی اپنے بتون کو اللہ کے برابر نہین جانتے تھے، بلکہ اوسی کا مخلوق اور بندہ سمجھتے تھے، اور ان کو اس کے مقابل کی طاقت ثابت نہین کرتے تھے، مگر یہی پکارنا اور منتین ماننی، اور نذر و نیاز کرنی، اور ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا، یہی ان کا کفر و شرک تھا، سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے، سو ابو جہل اور وہ شرک مین برابر ہے (ص ق)

ہمین بتایا جائے کہ شیخ الاسلام محمدؒ بن عبد الوہابؒ ان کے شاگردون اور ماننے والون نے اس سے زیادہ کیا کہا ہے؟ اور کہان کہا ہے؟ اسی لئے ہم نے اوپر یہ کہنے کی جرأت کی، کہ مولانا سندھی نے اس مسئلے مین شیخ محمد بن عبد الوہابؒ، یا مولانا شہیدؒ دونون مین سے کسی کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی نہین کی، مولانا شہید کی کتاب تو سب کے سامنے ہے، اس لئے ان کے مسلک کے متعلق کوئی شبہ نہین ہونا چاہئے، باقی رہا اہلِ نجد کا مسلک، سو اُسے راقم سیرت ابن عبد الوہاب (جواب تک نہین چھپ سکی ہی) مین اچھی طرح واضح کر چکا ہی، اہلِ نظر، خود اہلِ نجد کی تالیفات[1] پڑھکر

(بقیہ حاشیہ ص ۱۵۱) ان کا بڑا استدلال حضرت ابو بکر صدیقؓ کی اس مستحکم روش سے ہے، جو انھون نے مانعین زکوٰۃ کے مقابلے مین اختیار کی تھی، (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: تبرئۃ الشیخین الامامین من تزویر اھل الکذب والمین مرتبہ سلیمان بن سحمان نجدی،)

[1] اجمالی رائے قائم کرنے کے لئے سلیمان بن سحمان نجدی کے مرتب کردہ مجموعے (الھدیۃ السنیہ والتحفۃ الوھابیۃ النجدیہ) کا مطالعہ کافی ہوگا، اس مین پانچ چھوٹے چھوٹے رسالے ہین،

کھرے کھوٹے کا فیصلہ کر سکتے ہین،

یہ تھے "وہ اساسی مسئلے" جن مین مولانا سندھی کے خیال کے مطابق تقویۃ الایمان اور کتاب التوحید کے فتوے ایک دوسرے کے "متناقض" ہین، اور نجد و حزب ولی اللہ کے یہی "وہ معرکۃ الآراء اختلافی مسئلے ہین، جن کی بنا پر مولانا سندھی کا "ولی اللہی" نجد کے "وہابی" سے تعاون نہین کر سکتا۔

اب رہ گیا یمن اور حزب ولی اللہ کا اختلاف، سو اس کے متعلق کچھ تو امام شوکانی (ف ۱۲۵۰ھ) کے سلسلہ مین عرض کیا جا چکا ہی لیکن ایک دو باتین رہ گئی تھیں، جی چاہتا ہے، کہ وہ بھی ناظرین کی خدمت مین پیش کر دی جائین، ہمارے مولانا نجدوین کا ذکر اس طرح ایک ساتھ کرتے آئے ہین کہ گویا ان کے خیال مین ہندوستان اور "ولی اللہیت" کے خلاف نجدویمن کا ہمیشہ متحدہ محاذ رہا کیا ہے اور شاید اسی لئے وہ نجدی اور یمنی دونون تحریکون سے یکسان برہم ہین، لیکن اسے ہم کیا کرین کہ واقعہ یہ نہین، حسب ذیل گذارشات سے نجدویمن کی دائمی یکرنگی کی حقیقت بھی کھل جائیگی :-

(الف) یمن کے نامور عالم محمد بن علی شوکانی (ف ۱۲۵۰ھ) اصول و فروع مین مجتہد تھے، اس لئے کسی ایک فقہی مذہب کے ساتھ ان کی وابستگی اور تقلید کا سوال پیدا ہی نہین ہوتا، ان کے برخلاف ابن عبد الوہاب (ف ۱۲۰۶ھ) حنبلی ہین، اور حنابلہ مین بھی ان کا اعتماد زیادہ تر امام ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد امام ابن قیم (ف ۷۵۱ھ) کی تحقیقات و اجتہادات پر ہے،

(ب) ابھی ابھی نجد و ہند کے دو اختلافی مسئلون کا ذکر آیا ہے، ان مین سے پہلے مسئلے (توسل فی الدعار) مین امام شوکانیؒ، مولانا شہید کے ہم نوا ہین، وہ انبیاء اور تمام صالحین کی ذات سے توسل جائز رکھتے ہین، (الدر النضید فی اخلاص کلمۃ التوحید: ص ۶۱)

(ج) دوسرے مسئلے (شرک اکبر و اصغر) مین وہ اہلِ نجد کے ہم خیال ہین، (اگر مولانا سندھی کی رعایت سے اس مسئلے مین تقویۃ الایمان اور کتاب التوحید کے درمیان ادنیٰ اختلاف بھی مان لیا جائے)

قبر پرستی (عبادۃ القبور) اور بت پرستی (عبادۃ الاصنام) کے درمیان فرق کرنے والون پر انھون نے سخت حملے کئے ہین، (الدر النضید: ص ۱۲، ۴۰، ۳۵)

(د) زمان و مکان کی قربت کے باوجود امام شوکانیؒ (۱۱۷۳ھ - ۱۲۵۰ھ) کو شیخ الاسلامؒ ابن عبدالوہابؒ (۱۱۱۵ھ - ۱۲۰۶ھ) کی دعوت کی صحیح نوعیت بھی نہین معلوم ہو سکی تھی، البدر الطالع (ج ۲ ص ۵) مین اونھون نے امیر عبدالعزیز بن محمد بن سعود (۱۱۷۹ھ - ۱۲۱۸ھ) کے کچھ حالات لکھے ہین، تعریف کے ساتھ ساتھ یہ فقرہ بھی درج ہے :-

ولکنھم یرون ان من لم یکن	لیکن ان کا خیال ہے کہ جو فرمان روائے
داخلاً تحت دولۃ صاحب نجد	نجد کی حکومت مین داخل اور اوس کے
وممتثلاً لاوامرہ خارج عن	احکام کا تابعدار نہین، وہ اسلام سے
الاسلام ..... (۲ : ۵)	خارج ہے،

پھر انھین خود اس بیان کی صداقت پر شبہہ ہوتا ہے، اور یہ فقرہ اضافہ کرتے ہین،

..... وتبلغ عنھم اشیاء اللہ	اور ان کے متعلق طرح طرح کی باتین کہی
اعلم بصحتھا،	جاتی ہین اللہ جانے کہانتک صحیح ہین،

ان تصریحات کی موجودگی مین نجدو یمن کی وحدت پر زور دینا کہان تک صحیح ہو سکتا ہے؟ اس تفصیل سے راقم یہ دکھانا چاہتا تھا کہ جس طرح شاہ ولی اللہ اور ابن عبدالوہابؒ یا شوکانیؒ کے درمیان بعض مسئلون مین اختلاف ہے، اسی طرح شوکانیؒ، اور ابن عبدالوہابؒ بھی ہر مسئلے مین متفق الرائے نہین، اس لئے نجدو یمن کو ایک کہنا، اور دونون کو "ولی اللّٰہیت" کا مناقض" بتانا صحیح نہین، دنیا کی کوئی دو تحریکین ہر ہر مسئلے مین متحد الرائے نہین ہو سکتین، اور اہل علم کو جزئی و فروعی مسئلون مین سخت گیر نہین ہونا چاہئے، ورنہ تحقیق کی راہ مسدود ہو جائے گی،

یہ بحث بھی ختم ہونے کو آئی، پر اس تقابل اور موازنے کے سلسلہ کی ایک اہم بات رہ گئی، مختصر طور پر عرض کئے دیتا ہون، ان دو اساسی مسئلون کے علاوہ جن پر ابھی گفتگو ہو رہی تھی، ولی اللّٰہیت اور بیرون ہند کی توحیدی تحریکون کے درمیان ایک بنیادی فرق اور رہ جاتا ہے، جس پر مولانا سندھی کو بے حد اصرار ہے :

"امام ولی اللہ کی عقلیت اور ان کا فلسفہ وحدۃ الوجود کے مسئلے پر مرتکز ہے، وہ امام ربانی کی وحدت شہود کو بھی وحدت وجود سے تطبیق دیتے ہین، اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ وحدۃ الوجود کے ماننے والون سے جس قدر شدید نفرت رکھتے ہین، وہ دنیا کو معلوم ہے جب دونون تحریکون کی ذاتیات مین اس قدر اختلاف ہو، تو ان کو محض بعض امور کے اشتراک سے ایک نہین کہا جا سکتا، (ص ۱۳۴)

مولانا صحیح فرماتے ہین، امام ابن تیمیہؒ (ف ۷۲۸ھ) واقعی وحدۃ الوجودیون سے شدید نفرت رکھتے ہین، اور حضرت شاہ صاحبؒ (ف ۱۱۷۶ھ) کسی نہ کسی درجے مین وحدۃ الوجود کو مانتے ہین بلکہ وہ ابن عربی (ف ۶۳۸ھ) کی وحدۃ وجود اور امام ربانی (ف ۱۰۳۴ھ) کی وحدت شہود کے درمیان تطبیق دینے کی کوشش کرتے ہین، لیکن یہ کہنا کہ امام ولی اللہ کی عقلیت اور ان کا فلسفہ وحدۃ الوجود کے مسئلے پر مرتکز ہے" تھوڑی سی توضیح چاہتا ہے، اس کا مطلب اگر یہ ہے کہ ان کی دعوت اور تعلیمات کی بنیاد اور محور یہی فلسفہ ہے، تو ہمین اس سے شدید اختلاف ہے، اور اگر یہ مفہوم ہے کہ شاہ صاحبؒ اپنے علم و فضل اور درجۂ امامت کے باوجود اس خاندانی میراث (عقیدۂ وحدۃ الوجود) سے دست بردار نہین ہو سکتے تھے، تو صحیح ہے، اور یہ واقعہ ہے کہ جس طرح فقہ مین حضرت شاہ صاحبؒ کا رجحان محاکمہ اور تطبیق کی طرف ہی، اسی طرح وحدۃ الوجود کے عقیدے مین بھی ان کی طبعی وسعت قلب اور خاندانی اثرات کے ساتھ تطبیق کا ذوق بھی کام کر رہا ہے، اسلئے ہم عقیدۂ وحدۃ الوجود کو شاہ صاحبؒ کی

ذاتیات میں تو شمار کر سکتے ہیں، مگر اسے مسلکِ ولی اللّٰہی کی خصوصیت ماننے کے لئے تیار نہیں، اور تو اور خود شاہ صاحبؒ کے نامور پوتے مولانا شہیدؒ وجودیت کے قائل نہ رہ سکتے، عبقات تک تو وہ اپنے دادا کے نقشِ قدم پر معلوم ہوتے ہیں لیکن بعد میں تکیہ رائے بریلی کے سید زادےؒ کے فیضِ صحبت کو فلسفہ و تصوف کا یہ غیر مطبوع رنگ پھیکا پڑ گیا، سید صاحب سے انکی گہری وابستگی اور عقیدت (جسکا ذکر اس مضمون کی پہلی قسط میں آچکا ہے) کا تقاضا بھی یہی تھا، سید صاحبؒ کے متعلق مولانا سندھیؒ کا یہ قول نقل ہو چکا ہے (معارف: فروری ۴۳ء) کہ ان کے خاندان میں "حضرت مجدد سرہندی اور مجدد دہلویؒ کی برکتیں جمع ہو گئی تھیں" اور یہ کہ ان کا خاندان "اپنا خصوصی مشرب اور فکر رکھتا ہے" (ص ۱۴۵) اس لئے حضرت سید شہیدؒ تو امام ربانی مجدد الف ثانی (ف ۱۰۳۴ھ) کے مسلک[1] پر تھے ہی، مولانا شہیدؒ بھی ان سے متاثر ہوئے، جس پر صراط مستقیم کے اوراق گواہ ہیں، (ص ۵، ۱۲، ۱۳، ۴۴، ۴۵، ۱۰۶، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱ الخ الخ) افسوس کہ جگہ کی تنگی زیادہ پھیلاؤ سے روکتی ہے، اس لئے صرف ایک اقتباس پر اکتفا کرنا پڑ رہا ہے، جو شہیدین کے نقطۂ نظر کی وضاحت کے لئے کافی ہے:

"...... و از جملہ بدعات ملاحدۂ وجودیہ کہ در خواص و عوام اشتہار یافتہ و با اقوال اکابر طریقت مشتہر گردیدہ، گفتگوہائے توحید وجودی الحادی است، کہ بگمان اتحاد خود با خدا از ان لذتہائے نفسانی بر میدارند و بقبول شیطانی و مکر نفوس خبیثہ بیان آن گفتگو را معارف و حقائق می پندارند و لا اقل از مفرات آن اقوال اوقات عزیزۂ خود را بلاطائل محض صرف می نمایند پیشوائے ما محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بآن امر نفرمودہ و ہرگز لب بہ بیان آن نکشودہ، پس

---

[1] حضرت مجدد الف ثانیؒ کا تصورِ توحید اور ان کا طریقِ فکر معلوم کرنے کے لئے، ملاحظہ ہو: برہان احمد صاحب فاروقی کی کتاب: The mujaddid's conception of Tauhid اسمیں حضرت شاہ صاحبؒ، سید صاحبؒ، مولانا شہیدؒ اور دوسرے بزرگوں کے مسلک پر بھی نظر ڈالی گئی ہے۔

مارا از ان چہ سود ...... (صراط مستقیم ۴۵۰: مطبع مجتبائی، دہلی)

"توحید وجودی الحادی" اور "بدعات ملاحدۂ وجودیہ" کے بعد امام ابن تیمیہؒ اور شہیدینؒ (اللہ ان کی تربت پر انوارِ رحمت کی بارش کرے) کے درمیان بہت کم فرق رہ جاتا ہے، اور خاکسار یہی دکھانا چاہتا تھا، باقی حضرت شاہ صاحبؒ کے متعلق ہم یہ عرض کر چکے کہ یہ عقیدہ ان کی ذاتیات میں ضرور داخل ہے لیکن مسلکِ ولی اللّٰہی کی خصوصیت نہیں بن سکتا، ورنہ حضرت سید صاحبؒ اور مولانا شہیدؒ کو مسلکِ ولی اللّٰہی سے خارج کرنا پڑے گا، اور شاہ ولی اللہ کے ارہاص[1] امام ربانیؒ کے ارشادات بھی اس مسلکِ ولی اللّٰہی کے مناقض قرار پائیں گے، اور اگر مولانا سندھی کو اس پر اصرار ہے، کہ حکمت ولی اللّٰہی کی اساس یہی وحدۃ الوجود کا عقیدہ ہے، تو پھر ہمیں امام دار الہجرۃ سیدنا مالک بن انس (ف ۱۷۹ھ) کا مشہور قول:

کل واحد یوخذ منہ و یرد علیہ	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ہر شخص
الا صاحب ہذا القبر صلی اللہ علیہ وسلم	کے اقوال میں رد و قبول کی گنجائش ہے

پڑھکر بصد ادب اس "حکمتِ ولی اللّٰہی" سے برأت کرنا پڑے گی، اس لئے کہ ہمارا مرجع کتاب و سنت کے مقابلہ میں کسی انسان کا خود ساختہ فلسفہ نہیں ہو سکتا، خواہ وہ کتنا ہی بڑا مفکر اور عالم کیوں نہ ہو،

اس وحدۃ الوجود کے سلسلہ میں ایک اور غلط فہمی کا ازالہ مناسب معلوم ہوتا ہے، سید نذیر حسین صاحب محدثؒ (میاں صاحب دہلوی) سورج گڈھی مونگیری (م ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء؛ ف ۱۲۲۰ھ / ۱۸۰۵ء) کے متعلق مولانا سندھی کہتے ہیں کہ وہ بھی وحدۃ الوجود کے قائل تھے،

"مولانا نذیر حسین مولانا ولایت علی کی مدرسہ (صادق پور) پٹنہ کے ابتدائی طالب علم ہیں،

---

[1] امام ولی اللہ کی تحریک کیلئے اگر کوئی بزرگ سلف صالح کا عقیدہ رکھتا ہو تو وہ فقط امام ربانی شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے وجود میں منحصر ہے، ان کو امام ولی اللہ اپنے طریقہ کا ارہاص مانتے ہیں ...... (ص ۱۴۱)

ہمارے جب دہلی پہونچے، تو الصدر الحمید اور ان کے اصحاب کی صحبت مین ہی علمی تکمیل سے فارغ ہوئے، غزنوہ دہلی تک مولینا محمد اسحاق کے مسلک کے پابند رہے، اس کے بعد گرچہ یہ ضرورت نجدی تحریک اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی طرف میلان ظاہر کرتے رہے، مگر فتاویٰ عالمگیریہ کا مشغلہ اور ہدایہ کی تدریس اور وحدۃ الوجود کا فلسفہ ان کی پرانی ذہنیت کا عنوان آخر تک قائم رہا" (ص ۱۹۶)

جہان تک وحدۃ الوجود کے عقیدہ کا تعلق ہے، یہ پورے یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ میان صاحبؒ اس کے قائل نہین تھے، شیخ اکبر (ابن عربی) کی تعظیم وہ ضرور کرتے تھے، اور اسکی وجہ یہ تھی، کہ ابن عربی (ف ۶۳۸ھ) بھی تقلید شخصی کے سخت مخالف تھے، (الحیات بعد الممات ص ۲۱۰) اور ان کی یہ ادا میان صاحبؒ کو بہت پسند آئی تھی، اور اسی لئے وہ شیخ اکبر کی تکفیر کے مخالف تھے، مولانا سندھی نے الحیات بعد الممات کے حوالہ سے قاضی بشیر الدین قنوجیؒ اور میانصاحبؒ کے جس مناظرے کا ذکر کیا ہے، وہ ابن عربی کی تکفیر کے مسئلے پر تھا، وحدۃ الوجود سے اس کا کوئی تعلق نہین، (الحیات بعد الممات: ص ۱۲۳)

باقی ہدایہ کی تدریس، فتاویٰ عالمگیری کا مشغلہ اور شاہ محمد اسحاقؒ صاحب کے مسلک کی پابندی تو یہ چیزین ہمارے نزدیک ضمنی حیثیت رکھتی ہین، یون کون نہین جانتا کہ ولی اللّٰہیون میں میان صاحب کو مولانا شہیدؒ سے زیادہ عقیدت تھی، جس کا ذکر وہ بار بار کیا کرتے تھے، (الحیات بعد الممات: ص ۱۶۷) میانصاحب کے مسلک کی مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (الحیات بعد الممات ص ۵۸، ۵۹، ۱۲۳، ۱۴۰، ۱۴۴، ۱۴۹، ۱۶۷)

خاکسار کو مولانا عبید اللہ سندھی کی زیر نظر کتاب (شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک) سے متعلق جو کچھ عرض کرنا تھا، عرض کر چکا، یہ فیصلہ کرنا تو اس وقت عاجز کے لئے بہت مشکل ہو کہ

اس کو کہان کہان لغزشیں ہوئی ہین، البتہ اپنی کوشش یہی رہی ہے، کہ واقعات اور مسئلون کی زیادہ سے زیادہ چھان پھٹک کر لی جائے، پھر بھی اہل نظر سے درخواست ہو کہ وہ کوتاہیون اور لغزشون کی نشان دہی مین بخل نہ کرین، تحقیقی طور پر جو رہنمائی کیجائیگی وہ شکریہ کیساتھ قبول کیجائیگی، یہ گذارش خاص طور پر اس لئے بھی کی جارہی ہے، کہ راقم چند سالون سے سید شہیدؒ اور ان کی دعوت تجدید و جہاد پر کچھ چھان بین کر رہا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھا خاصہ مواد بھی فراہم ہو چکا ہے، لیکن بعض گم شدہ کڑیون کی تلاش مین ترتیب و تبویب اب تک شروع نہین ہو سکی ہے، اس لئے اس درمیانی منزل مین بزرگون کی ہدایتین اور دوستون کے مشورے بہت کارآمد ہو سکتے ہین،

خیر راقم کو جو کچھ عرض کرنا تھا، وہ تو عرض کر ہی چکا، لیکن اس کے بعد بھی سیاسیات و مذہب و فلسفہ کے اس معجون مرکب مین مسموم اجزا کی کمی نہین، اولاً تو فلسفہ و سیاست و مذہب کے اس معجون کا اصل نسخہ ہی غلط ہو، مگر خاکسار اسکی تحلیل پر قادر نہین کہ اسکے لئے طب ولی اللّٰہی مین حذاقت ضروری ہو، اور بدقسمتی سے یہ حقیر شاہ صاحب کی تصنیفات پر بہت سرسری نظر رکھتا ہو، لیکن اصل نسخے Theory کے علاوہ بھی اس معجون مین کچھ زہریلے اجزا موجود ہین، جن کی تحلیل کی ضرورت نہین، وہ اتنے "زہریلے" ہین، کہ ان کا نگاہون کے سامنے لے آنا کافی ہو :-

"جو قومین انگریزی فوج مین ملازمت کر کے اور یورپین طریقے پر سپاہی بننا نہین سیکھین گی، وہ ہندوستان کی آیندہ حکومت نہین سنبھال سکتین ہین باوجود ہزارہا اختلافات کے سر سکندر حیات خان وزیر اعظم پنجاب کی ہمیشہ تائید کرتا ہون، کہ وہ میری قوم کو فوج مین بھیجنے کا حامی ہے، سو مین نوے فی صدی افراد جنگ مین مر سکتے ہین، اگر دس جو واپس آئین گے، وہ ہمارا اصل سرمایہ ہو گا"

اور سنیئے :-

"ہم عام لوگون کو دعوت دیتے ہین کہ وہ اپنی مادری زبانین انگریزی حروف مین لکھنا پڑھنا شروع کر دین، اس کے بعد اس کو ترکون کی طرح زندگی بسر کرنا سکھانا چاہئے، اب ترکون نے اپنا قومی طریقہ یورپین ازم بنالیا ہے، ہم اس مسلم قوم کے ترقی یافتہ نمونے پر اپنی قوم کو تیار کرنا چاہتے ہین، ان حقائق سے ہمارے بڑے بڑے عالم ناواقف ہین"

(ص ۸۰)

خیر اس وقت کے بڑے بڑے عالم ناواقف ہون، تو کوئی ہرج نہین، مگر مشکل یہ ہے کہ خود حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ بھی ان "حقائق" سے ناواقف تھے، پتہ نہین حجۃ اللہ البالغہ کے کس باب مین "مسلم قوم کے ترقی یافتہ نمونے" کی تلقین کی گئی ہے، کیا مسلم قوم بھی ہندو قوم کی طرح کوئی پیدائشی قوم (Nation) ہے،

اسی سلسلے کا ایک اور وعظ ارشاد ہوتا ہے :-

"یورپ کے طریقے پر کاشت کارون کو عالم بنایا جا سکتا ہے، سب سے پہلے انھین اپنی مادری زبان مین لکھنا پڑھنا سیکھنا چاہئے، اس کے لئے ہمارا عربی رسم الخط ایک مانع قوی ہے، کہ ایسے انسان کو جو چوبیس گھنٹے کام مین مصروف رہتا ہے، اوس کو یہ خط سکھانا جو ایک ایک حرف کی کئی شکلین پیش کرتا ہے سیکھنے اور سکھانے والے دونون کے لئے بے حد دشوار ہے، رومن حروف جو علحدہ علحدہ لکھے جاتے ہین، ایک دفعہ حرف شناسی کے بعد ساری عمر کے لئے انسان فارغ ہوجاتا ہے"

(ص ۸۱)

آخر مین حضرت شاہ عبد العزیز صاحبؒ کے حزب کو مخالف عناصر سے قطعی پاک کرنے کی

جو تجویز (ص ۲۰۲ کے متن اور خصوصاً حاشیہ مین پیش کی گئی اور یورپ کی پارٹیون کے طریق کار سے جو استدلال کیا گیا ہے، وہ کیا اسلام کی تعلیم ہے،

میرے نزدیک کتاب کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہو کہ اس کو پڑھکر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے لیکر حضرت حاجی امداد اللہ بلکہ مولانا محمود حسن صاحب تک یہ تمام اکابر امت درحقیقت صرف سیاسی لیڈر اور سیاسی مفکر تھے، اوران کی بزم مین دین وملت اور ایمان وایقان صرف فانوس (گلوب) تھا شمع نہ تھی، صاف یون کہئے کہ سیاست اور فکر انقلاب کی حقیقت پر دین داری اور حکمت ایمانی فقط بطور غلاف تھا، کیا ان بزرگون کی بزرگی کی یہی حقیقی تصویر ہے، فاعتبروا یا اولی الابصار،

اب یہ عاجز طول کلام کی معافی چاہتا ہوا رخصت ہوتا ہے،

اعلان

موجودہ زمانہ مین جبکہ کاغذ کی کمیابی اور دوسرے سامان طباعت کی گرانی حد کمال کو پہنچ چکی ہے، دارالمصنفین نے اپنی مطبوعات کی قیمتون مین کوئی اضافہ نہین کیا ہے، اور اپنی سابقہ روایات پر اب تک قائم ہے، بااین ہمہ کمیشن کے معاملہ مین ہم ضرور غور کرنے کے لئے مجبور ہین، ظاہر ہے ان نامساعد حالات مین کوئی غیر معمولی کمیشن نہین دیا جاسکتا، اسلئے اب ہم نے طے کیا ہو کہ یکم اپریل سنہ۴۳ء سے تاجرون کو مطبوعات پر ۲۵ فیصدی سیرت پر ۲۰ فی صدی اور عام خریدارون کو (جو زیادہ تعداد مین کتابین خریدین گے) ۱۲½ فیصدی کمیشن دین گے، کتابون اور مکمل سٹون کی قیمتین بدستور باقی رہین گی، امید ہے فرمایش مین کوئی صاحب اس کے خلاف اصرار نہ کرین گے،

"مینجر"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اہم دستاویز کی علمی تحقیق

مترجمہ

جناب عبد المعز خان صاحب خواجہ (عثمانیہ)

ڈاکٹر محمد عبد المعید خان صاحب مدیر اسلامک کلچر نے عہدنامہ بنام سلمان فارسیؓ پر ایک عالمانہ اور پر مغز تبصرہ کیا ہے جو لائق مطالعہ ہے، اس کا اردو ترجمہ مجلہ اسلامک کلچر بابتہ ماہ جنوری ۱۹۴۳ء سے ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے:۔

مشہور صحابی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور اُن کے ورثہ کے حق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دستاویز تقریباً ایک صدی قبل دستیاب ہوئی تھی، اس مخطوطہ کا ایک مطبوعہ نسخہ تحت عنوان عہدنامہ خلیفہ حضرت علی مرتضیٰؓ کے عہدنامہ کے ساتھ شائع ہوا تھا، اس مین مسٹر سہراب جی جمشید جی، جے جی بھائی کا فارسی اور گجراتی زبانون کا ترجمہ بھی شامل کرکے ۱۸۵۱ء مین سر جمشید جی جے جی بھائی کے ٹی نے اپنے ذاتی صرف سے بمبئی مین طبع کرایا تھا، کہا جاتا ہے، کہ بمبئی والے جے جی بھائی خاندان کے کسی رکن کے پاس ایک طویل دستاویز موجود ہے، جس کی یہ موجودہ نقل ہے، اس دستاویز کے متعلق یہ مشہور ہے، کہ یہ ایک اصلی دستاویز کی نقل ہے جو ۱۸۴۰ء مین ایک اور پارسی کے پاس لال رنگ کے چمڑے پر اصلی حالت مین موجود تھی، مگر اب یہ بالکل مفقود ہے، اسی عہدنامہ کے باردوم کا مطبوعہ نسخہ فارسی ترجمہ کے ساتھ حال مین شائع ہوا ہے، اور یہ عجیب بات ہے کہ طبع اول کے نسخہ کا سن (۱۸۵۱ء) اس پر مکرر درج کر دیا گیا ہے،

جب یہ عہدنامہ دستیاب ہوا ہے، متعدد پارسی علما نے اس پر کئی ایک مضامین لکھے ہین،

چند پارسی علما نے غلط فہمی سے غیر محققانہ ماخذ کو اپنی بنیاد تحقیق ٹھہرا کر حضرت سلمان فارسیؓ اور بحیرہ نامی مشہور نصرانی راہب دونون کی ایک ہی شخصیت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، اس راہب کے متعلق یہ ادعا کیا جاتا ہے، کہ آنحضرت صلعم کے دعویٰ نبوت مین (نعوذ باللہ) اس کا قوی ہاتھ تھا، اس عہدنامہ کا ایک ترجمہ مسٹر جی، کے زیمان انجہانی نے انگریزی زبان مین کیا تھا، ایک رسالہ بہ عنوان سلمان فارسی (یعنی دستوران دستور دینیار) کی زندگی، کردار، عہد اور شناخت (حصہ اول) کے ساتھ حال مین شائع کیا گیا ہے، مسٹر جے، ای سکلت والا نے جن کا ایک مقالہ حضرت سلمان فارسیؓ پر شائع ہو چکا ہے، عہدنامہ زیر بحث کو اسلامک کلچر کے دفتر مین بھجوایا تھا تاکہ اسکی تحقیق کرکے اس کو رسالہ مذکور مین شائع کیا جائے، اس عہدنامہ کی تحقیق و تمحیص جن نتائج پر پہنچاتی ہے، وہ حسب ذیل ہین:۔

مدت سے زیر بحث عہدنامہ کی تاریخ محققین کے نزدیک معمانبی ہوئی تھی، کیونکہ آنحضرت صلعم کے سوانح اور ازمنہ ماضی کی تاریخ مین ایسے کسی عہدنامہ کے وجود کا کہین پتہ نہین، اور تو اور حال کی مطبوعہ کتاب (مجموعۃ الوثائق السیاسیہ) مین بھی جس کو ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے شائع کیا ہے، اس عہدنامہ کو سر جمشید جی کے مطبوعہ نسخے ہی سے نقل کیا گیا ہے، اور ڈاکٹر صاحب موصوف نے اس کے وجود کا سراغ زینی دحلان کی سیرت تک لگایا ہے، جنھون نے یہ کتاب ۱۲۹۱ھ یعنی بمبئی والے عہدنامہ کی اشاعت سے بیس سال بعد تالیف کی ہے، اس کے بعد کے مصنف عبد المنعم خان کی کتاب مین بھی یہ عہدنامہ ہے، لیکن اب اس عہدنامہ کی تاریخ کا معمہ معمہ نہین رہا، کیونکہ اس مقالہ کے مصنف نے ابو حیان کی طبقات المحدثین اور ابو نعیم کے اخبار اصفہان مین اس کا سراغ لگایا ہے،

ابو حیان نے اپنی کتاب طبقات مین جس کا قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن تحت نمبر ۲۲۳ (رجال) موجود ہے، معتبر راویون کے کسی سلسلہ اسناد کا حوالہ نہین دیا ہے، وہ صرف یہ

بیان کرتے ہین، کہ وہ لوگ جنہین حضرت سلمان فارسیؓ کے حالات سے دلچسپی تھی، بیان کرتے تھے کہ سلمان فارسیؓ کے خاندان کا ایک سربرآوردہ شخص غسان نامی جو اون کے بھائی کے ورثہ مین سے تھا، شیراز مین رہتا تھا، اور اس کے پاس یہ عہدنامہ موجود تھا، لیکن یہ غسان کون تھا، اور کب تک زندہ رہا، اس کا پتہ کسی قدیم تاریخ مثلاً طبری، بلاذری، ابن الاثیر وغیرہ سے نہین چلتا، لیکن ابونعیم اصفہانی نے اپنی کتاب اخبار اصفہان (مخطوطہ آصفیہ رجال نمبر ۲۳۵، نمبر ۲۳۶) مین ان راویون کے سلسلۂ اسناد کا ذکر کیا ہے، جنھون نے اس عہدنامہ کے موجود ہونے کا ذکر کیا تھا، چنانچہ ابونعیم رقمطراز ہین :-

(محمد بن احمد بن عبد الرحمان نے الحسن بن ابراہیم بن اسحاق البرجی المستملی سے یہ کہتے ہوئے سنا، غالباً اس کے کاتب سے یہ لغزش ہوگئی ہے، کہ اخبار اصفہان کے صفحہ ۲۸۶ میں اسی شخص کا نام اس طرح دیا گیا ہے، (الحسن بن اسحاق بن ابراہیم) کہ اس نے ابوعلی الحسین بن محمد بن عمرو الوثابی سے سنا کہ اوس نے اس عہدنامہ کو دیکھا تھا جو حضرت سلمان فارسیؓ کے ورثہ کے حق مین حضرت علیؓ بن ابی طالب کے قلم سے لکھا گیا تھا، اور جس پر آنحضرت صلعم کی مہر ثبت تھی)

مذکورۂ بالا پہلے دو راویون کی ثقاہت اور عدم ثقاہت کے متعلق ابونعیم نے کچھ نہین لکھا ہے، وہ صرف یہ لکھتے ہین، کہ پہلا شخص نیک کردار اور خوش اعتقاد تھا، اور دوسرا کاتب تھا، اور اس نے عبد اللہ بن متویہ سے عراق، حجاز اور اصفہان مین حدیث سنی تھی، لیکن ثقاہت و عدم ثقاہت کے متعلق کوئی تصریح نہین ہے، یہ معلوم ہے کہ ابونعیم جب کسی موضوع حدیث کا ذکر کرتے ہین تو ان کے راویون کے ثقہ ہونے کے متعلق اپنی رائے کا اظہار نہین کرتے، اسلئے ان راویون کی کوئی اہمیت باقی نہین رہتی، (ملاحظہ ہو لسان المیزان مصنفہ ابن حجر العسقلانی جلد اول ص ۲۰۲) اس کے

علاوہ اس عہدنامہ کا سب سے پہلا دیکھنے والا ابوعلی الحسین بن محمد بن عمرو الوثابی ایک گمنام شخص ہے، جس کے متعلق کوئی معلومات موجود نہین ہین، چونکہ حسن ابن ابراہیم بن اسحاق البرجی (متوفی ۳۴۰ھ) ابوعلی الحسین بن محمد بن عمرو الوثابی کا ہمعصر تھا، اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ وثابی تیسری صدی کے آخر مین موجود ہوگا، جس کا زمانہ تبع تابعین کے بعد کا ہے، اس قسم کی حدیث محدثین کی اصطلاح مین "مفصل" کہلاتی ہے، جو ناقابلِ اعتبار سمجھی جاتی ہے،[1]

مستند محدثین کا اس قسم کی ضعیف احادیث کی روایت کرنا کوئی نئی بات نہین ہے، مگر یہان قابلِ توجہ امر یہ ہے کہ زیر بحث عہدنامہ کے ساتھ ایک دوسرا عہدنامہ جو حضرت سلمانؓ کو غلامی سے آزاد کرنے کے متعلق تھا، طبقات ابن حیان کے ص ۲۰ پر، اور اخبار اصفہان کے ص ۵۵ پر مندرج ہے، جس کے متعلق خطیب بغدادی المتوفی ۴۶۳ھ نے تاریخ بغداد کی جلد اول ص ۱۷۰ میں یون لکھا ہے، کہ پہلی جنگ جس مین حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حصہ لیا تھا، وہ جنگ خندق ہے اور یہ ۵ھ ہجری مین واقع ہوئی تھی،

اگر حضرت سلمانؓ پہلے سنہ ہجری مین غلامی سے آزاد ہو جاتے، جیسا کہ مذکورۂ بالا وثیقہ آزادی سے ظاہر ہوتا ہے تو وہ ہر جنگ مین آنحضرت صلعم کیساتھ شریک ہوتے، اس کے علاوہ اس وثیقہ آزادی مین جو سنہ درج ہے، وہ اس کو اور زیادہ مشکوک بنا دیتا ہے، کیونکہ سنہ ہجری کو حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت مین جاری کیا تھا، اس لئے عہد رسالت کی کسی تحریر مین سنہ ہجری کا پایا جانا اس کے جعلی ہونے کا بڑا ثبوت ہے، ان اسباب کی بنا پر خطیب بغدادی اس وثیقہ آزادی کی صحت کو تسلیم نہین کرتے، یہان یہ بات بھی قابلِ غور ہے، کہ خطیب بغدادی

[1] اخبار اصفہان ج اول ص ۲۸۷

(جن کی وفات ۳۶۳ھ یعنی ابونعیم متوفی ۴۳۰ھ کی وفات کے صرف تینتیس سال بعد ہوئی) اپنی تصنیف مین وثیقۂ آزادی کو تو تحریر کرتے ہین، مگر اس عہدنامۂ زیر بحث کا کوئی تذکرہ تک نہیں کرتے،

حالانکہ ان کے پیشرو ابوحیان اور ابونعیم نے دونون دستاویزون کا ایک ہی جگہ ذکر کیا ہو، بہرحال اگر راویون کے زمانۂ زندگی کا لحاظ کیا جائے، تو پتہ چلتا ہے، کہ عہدنامۂ زیر بحث سب سے پہلے تیسری صدی ہجری ہی مین منظرِ عام پر آیا ہوگا، یہ وہ زمانہ ہے جب کہ مسلم سلطنت طوائف الملوکی کی وجہ سے اسلامی خلافت کو کمزور کررہی تھی، اور فاطمی قیروان اور مصر مین اور طاہری ایران مین خودمختار بن بیٹھے تھے، اس وقت ایرانی اثر واقتدار کا دور دورہ تھا، کہا جاتا ہے کہ اسی زمانہ مین یہودیون نے بعض جعلی دستاویزین بنائی تھین،

غرض اس عہدنامہ کا تاریخی ثبوت تیسری صدی ہجری سے پہلے نہین ملتا، ایسی صورت مین کسی وثابی کا محض عہدنامہ کو دیکھ لینا اسکی صحت کا اسوقت تک ثبوت نہین ہوسکتا، جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین اس کا موجود ہونا ثابت نہ ہوجائے،

جب ہم اس عہدنامہ کے متن کی تحقیقات کرتے ہین، تو اسکی صحت کے تشکک اور بھی بڑھ جاتے ہین، اس عہدنامہ کی مطبوعہ نقل اور طبقات ابی حیان کی مندرجہ عبارتون مین جو تحریری اختلافات ہین ان کو درج ذیل کیا جاتا ہی:-

نقل مطبوعہ عہدنامہ	دستاویزات مندرجہ کتب ابوحیان وابونعیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم	بسم اللہ الرحمن الرحیم
نسخۂ منشورہ بخط امیر المومنین	ھذا کتاب من محمد رسول اللہ صلعم [1]

[1] صلی اللہ علیہ وسلم فی اخبار اصبہان لابی نعیم،

نقل مطبوعہ عہدنامہ	دستاویزات مندرجہ کتب ابوحیان وابونعیم
علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	سلمان وصیۃ باخیہ ماہبذ از
کتبہا علی الادیم الاحمر ھذا کتاب	فروخ واھل بیتہ وعقبہ من
من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	بعدہ [1] ما تناسلوا من اسلم منھم
بسھدی (کذا) فروخ بن شخسان	واقام علی دینہ سلام اللہ احمد
اخی سلمان الفارسی رضی اللہ	الیک [2] الذی امرنی ان اقول
عنہ واھل بیتہ وعقبہ من	لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک
بعدہ وما تناسلوا من اسلم منھم	اقولہا وامر الناس بہا ان الخلق
او قام علی دینہ سلام اللہ الیک	خلق اللہ والامر کلہ للہ خلقھم
ان اللہ امرنی ان اقول لا الہ الا	واماتھم وینشرھم والیہ المصیر
اللہ وحدہ لا شریک لہ اقولہا	وان کل امر یزول وکل شیئ
وامروا (کذا) الناس الخلق خلق	یبید ولیفنی وکل نفس ذائقۃ
اللہ والامر کلہ للہ خلقھم و	الموت من آمن باللہ وبرسلہ
احیاھم و اماتھم ثم ینشرھم	کان لہ فی الآخرۃ ترعۃ الفائزین
والیہ المصیر وکل امر یزول	ومن اقام علی دینہ ترکناہ [3] ولا
ولیفنی وکل نفس ذائقۃ الموت	اکراہ فی الدین ھذا کتاب اھل
والامر لامر اللہ ولا نقصان	بیت سلمان ان لھم ذمۃ اللہ
لسلطانیتہ (کذا) ولا نہایۃ	وذمتی علی دمائھم واموالھم

[1] من بعد ما تناسلوا فی اخبار اصبہان [2] احمد الیک اللہ الذی فی اخبار اصبہان
[3] فلا اکراہ فی اخبار اصبہان،

لعظمته ولا شریک له فی ملکه
سبحان مالک السموات والارض
الذی یقلب الامور کما یرید
ویزید الخلق علی ما یشاء سبحان
الذی لا یحیط به صفة القائلین
ولا یبلغه وهم المتفکرین الذی
افتتح بالحمد کتابه وجعل له
ذکرا ورضی من عباده شکرا
احمده لا یحصی لحد عدده
ممن حمد الله واشهد ان لا
اله الا الله فهو فی الغیبة
والسر اولاه (کذا) والعصمة
یا ایها الناس اتقوا ربکم واذکروا
یوم ضغضغته (کذا) الارض
نفخ نار الجحیم والفزع الاکبر
والذلة امته والموقوف بین یدی
رب العالمین اذ نتکم کما اذن
المرسلون لتسئلن عن النباء العظیم

فی الارض التی یقیمون فیها
سهلها وجبلها ومراعیها و
عیونها غیر مظلومین ولا مضیق
علیهم فمن قری علیه کتابی
هذا من المومنین والمومنات
فعلیه ان یحفظهم ویکرمهم
ویبرهم ولا یتعرض لهم بالاذی
والمکروه وقد رفعت[1] جز الناصیة
والجزیة والحشر والعشر و
سائر المؤن والکلف ثم ان
سالوکم فاعطوهم وان استغاثوا
بکم فاغیثوهم وان استجاروا بکم
فاجیروهم وان اساؤا فاغفروا
لهم واسی الیهم فامنعوا عنهم
ولهم ان یعطوا من بیت مال
المسلمین فی کل سنة مائة
حلة فی شهر رجب ومائة
فی الاضحیة فقد استحق سلمان

[1] وقد رفعت عنهم (فی اخبار اصبهان)

ولتعلمن نباه بعد حین فمن
آمن به وصدق ما جاء فیها
ادی الی من ربی فله ما لنا و
علیه ما علینا وله العصمة
فی الدنیا والسرور فی جنات
النعیم مع الملائکة المقربین
الانبیاء والمرسلین (کذا) و
الامن والخلاص من عذاب الجحیم
هذا ما وعد الله المومنین و
ان الله یرحم من یشاء وهو
العلیم الحکیم شدید العقاب
لمن عصاه وهو الغفور الرحیم
لو انزلنا هذا القرآن علی جبل
لرأیته خاشعا متصدعا من
خشیة الله ومن لا یومن به
وهو من الضالین ومن آمن
بالله وبدینه وبرسله وهو
فی درجات الفائزین وهذا

ذلک منا ان الله تبارک و
تعالی قد فضل سلمان علی کثیر
من المومنین وانزل علی فی
الوحی ان الجنة الی سلمان اشوق
من سلمان الی الجنة وهو ثقتی
امینی وتقی ونقی ناصح لرسول الله و
المومنین وسلمان منا اهل البیت
فلا یخالفن احد هذه الوصیة
فیما امرت به من الحفظ والبر
لاهل بیت سلمان وذراریهم
من اسلم منهم او اقام علی دینه
ومن خالف هذه الوصیة فقد
خالف الله ورسوله وعلیه
اللعنة الی یوم الدین ومن
اکرمهم فقد اکرمنی وله من[1]
الله الثواب ومن آذاهم فقد
آذانی وانا خصمه یوم القیامة
جزاؤه جهنم وبرئت منه

[1] وله عند الله (فی اخبار اصبهان)

كتابي ان له ذمة الله وعلى ابنائه
على دمائهم (كذا) واموالهم في
الارض التي اقاموا عليها سهلها
وجبلها وعيونها ومراعيها غير
مظلومين ولا مضيق عليهم و
من قرئ عليهم كتابي هذا
فليحفظهم ويبروهم (كذا) و
يمنع الظلم عنهم ولا يتعرض
لهم بالاذى والمكاره وقد
رفعت عنهم جز الناصية والزنار
والجزية الى الحشر والنشر وسائر
المؤن والكلف وايديهم مطلقة
على بيوت النيران وضياعها و
اموالها ولا يمنعونهم من اللباس
الفاخر والركوب وبناء الدور
والاصطبل وحمل الجنائز واتخاذ
ما يتخذون في دينهم ومذهبهم
ذمتي والسلام عليهم،[1] وكتب
علي ابن ابي طالب بامر الله رسول
الله في رجب تسع من الهجرة وحضر[2]
ابوبكر وعمر وعثمان وطلحة
والزبير وعبد الرحمن وسعد وسعيد
وسلمان وابوذر وعمار[3] وصهيب
وبلال والمقداد وجماعة
(آخرون) من المؤمنين،

....

....

....

....

....

....

....

....

....

[1] والسلام عليكم في اخبار اصبهان [2] وحضره، في اخبار اصبهان [3] وعينيه في اخبار اصبهان،

وليفضلوهم (كذا) على سائر الملل
من اهل الذمة فان حق سلمان
رضي الله عنه (كذا) واجب على
جميع المؤمنين يرحمهم الله (كذا)
وفي الوحي الى ان الجنة الى سلمان
اشوق من سلمان الى الجنة و
هو ثقتي واميني وناصح لرسول
الله صلى الله عليه وسلم (كذا) و
للمؤمنين وسلمان منا فلا يخالفن
احد هذه الوصية مما امرت به
من الحفظ والبر والذي لاهل
بيت سلمان وذراريهم من
اسلم منهم او قام على دينه و
من قبل امري فهو في رضاء الله
تعالى ومن خالف الله ورسوله
فعليه اللعنة الى يوم الدين و
من اكرمهم فقد اكرمني وله
عند الله خير ومن آذاهم فقد
آذاني وانا خصمه يوم القيامة

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

وجزاؤه نار جهنم وبرئت منه	....
ذمتي والسلام عليكم والتحية	....
لكم من ربكم وكتب علي بن ابي	....
طالب بامر رسول الله صلى الله	....
عليه وسلم بحضور ابي بكر و	....
وعمر وعثمان وطلحة وزبير	....
(كذا) وعبد الرحمن بن عوف و	....
سلمان وابوذر (كذا) وعمار و	....
صهيب وبلال ومقداد بن	....
الاسود وجماعة من المومنين	....
رضوان الله عليهم وعلى الصحابة	....
اجمعين هذا الخاتم كان في كتف	....
النبي العربي محمد القرشي صلى الله	....
عليه وآله وصحبه وسلم	....
تسليماً كثيراً،	....

اس کے مقابلہ سے یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے، کہ دونون مین نہ صرف الفاظ اور جملون کا اختلاف ہے، بلکہ ایک پورا فقرہ جو (ولا مرد لامر الله ولا نقصان لسلطانيته) سے شروع ہو کر (وهو من الضالين) پر ختم ہوتا ہے، ابو حیان اور ابو نعیم کے مندرجہ دستاویزات مین سرے سے ہے ہی نہیں، اور چند تشریحی جملے جیسے نسخۂ منشورۂ

بخط امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کتبہا علی الادیم الاحمر آغاز دستاویز مین اور چند آخری جملے مثلاً هذا الخاتم كان في كتف النبي العربي محمد القرشي صلى الله عليه وسلم وصحبه وسلم تسليما مطبوعہ نسخہ مین شریک کر دیے گئے ہین، اس کے علاوہ حسب ذیل گواہون کے نام سعد وسعید وعیینہ جو ابو حیان وابو نعیم کی دستاویزات مین موجود ہین، مطبوعہ عہدنامہ سے غائب ہین، نیز دستاویز کا اصلی متن جس کی یہ مطبوعہ نقل ہے، کہا جاتا ہے، کہ لال چمڑے پر تحریر کیا گیا تھا، مگر ابو حیان اور ابو نعیم کے راویون نے اس کو سفید چمڑے پر لکھا ہوا دیکھا تھا، یہ تمام اختلافات ہم کو اس نتیجہ پر پہنچاتے ہین کہ یا تو یا ایک ہی عہد نامے کی دو متضاد عبارتین ایک ہی وقت مین پائی جاتی تھین یا یہ مطبوعہ نسخہ بعد کے لوگون کا وضع کردہ ہے،

اس کے علاوہ مطبوعہ عہد نامہ کی طرز تحریر و زبان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کی نہین ہے، مثلاً لسلطانیہ کا لفظ اسلام کے ابتدائی زمانے مین قدرت کاملہ کے فلسفیانہ معنون مین مستعمل نہ تھا، بعض دعائیہ کلمون مثلاً خود آنحضرت صلعم کا اپنی ذات کیلئے صلی اللہ علیہ وسلم، اور اپنے چھوٹون جیسے حضرت علیؓ و حضرت سلمانؓ کے لئے رضی اللہ عنہ اور عام مسلمانون کے لئے یرحمہم اللہ کا استعمال کرنا ایک عجیب بات ہی نہین، بلکہ دوسرے عہد نامہ جات نبویہ مین کہین ان کا استعمال نہین دیکھا گیا،[1] اس کے سوا مطبوعہ نسخہ کیا بلحاظ زبان اور کیا بلحاظ قواعد غلطیون سے بھرا ہوا ہے، اس نقطۂ نظر کی وضاحت کے لئے چند مثالین ذیل مین پیش کی جاتی ہین!

صحیح	غلط
الی یا المهدی	بمهدی فروح

[1] یہان یہ بات بھی قابل غور ہے، کہ مسٹر سکٹ والا نے اس عہد نامہ کا ایک فوٹو بھی بھجوایا تھا جو نہایت خوشخط نستعلیق مین تھا، ظاہر ہے کہ نستعلیق خط عربون مین بہت زمانہ بعد مستعمل ہوا، اور اس فوٹو مین بھی اعراب کی غلطیان موجود ہین،

غلط	صحیح
انّ اللہ امرنی ان قولہا وآمرو الناس	امر الناس بہا
ومن قری علیہم کتابی ھذا	فمن قری علیہ ....
فلیحفظہم ویبروھم،	..... ویبرھم،
بحضور.......... وزبیر	الزبیر،

ان بڑی بڑی غلطیون کے علاوہ عبارت کے بعض اعراب بھی غلط ہین، گو ابو حیان اور ابو نعیم کی دستاویزات قواعد کی اغلاط سے پاک ہین، لیکن ان کے متن تاریخی واقعات سے مطابقت نہین کرتے ہین، از زیر بحث عہد نامہ سے واضح ہے، کہ اس کا مقصد حضرت سلمان رض کے ورثہ کو جزیہ سے معاف کرنا ہے، اگر ملک ایران آنحضرت صلعم کی حیاتِ مبارک مین فتح ہو جاتا، تو حضرت سلمان رض کی معافی جزیہ کی درخواست معقول ہوتی، لیکن آپ کی زندگی مین تو ایران پر حملہ بھی نہین کیا گیا تھا، بحرین وعمان ضرور مسلمانون کے قبضہ مین آگئے تھے، لیکن بحرین کے پارسی آنحضرت صلعم کو جزیہ ادا کرتے تھے، (ملاحظہ ہو فتوح البلدان مصری طبع ص ۹۱ اور السنن الکبری طبع دائرۃ المعارف جلد نہم ص ۱۹۰)

سنہ ۲۰ھ مین حضرت عمر رض نے ایران پر حملہ کرکے اصفہان کو اسلامی سلطنت مین شامل کر لیا تھا جہان گمان کیا جاتا ہو کہ حضرت سلمان رض کا خاندان بستا تھا، (ملاحظہ ہو اخبار اصفہان جلد اول ص ۴۲) ان حالات کے تحت مین یہ قرین قیاس نہین ہو کہ حضرت سلمان فارسی رض اوس سلطنت کے باشندون کے لئے جزیہ کی معافی کے طلبگار ہوئے ہون گے، جو مسلمانون کے قبضہ ہی مین نہ تھی،

یہ امر بھی قابلِ لحاظ ہے کہ جزیہ سے متعلقہ قرآنی آیت نوین ہجری ماہ ذی الحجہ مین نازل ہوئی ہو (جزیہ اوس غیر مسلم سے لیا جاتا تھا، جو مسلمانون کی سلطنت مین رہتا ہو) اس آیتِ قرآنی

کے نزول کے بعد ایسی کوئی مثال نہین ملتی کہ کسی کو جزیہ سے معاف کیا گیا ہو، حضرت عمر رض نے اپنے عہدِ خلافت مین جب بنی تغلب سے صلح کی، تو اوس صلحنامہ کے شرائط مین ایک شرط یہ بھی تھی، کہ وہ جزیہ کو صدقے کے نام سے ادا کرین، مگر ادائی جزیہ بالکل ساقط نہین کی گئی تھی، (ملاحظہ ہو السنن الکبری مصنفہ البیہقی طبع دائرۃ المعارف جلد نہم کتاب الجزیہ)

ابو حیان اور ابو نعیم نے اس عہد نامہ کی تاریخِ کتابت نوین ہجری ماہ رجب لکھی ہے، اور تمام مفسرین متفقہ طور پر بیان کرتے ہین، کہ آیت حَتّٰی یُعْطُوا الجزیۃ عن یدٍ وھم صاغرون (قرآن ۲۹:۹) جو تمام قرآن شریف مین جزیہ کے متعلق صرف ایک ہی آیت ہے، نوین ہجری ہی مین نازل ہوئی ہے، قرآن شریف کی اندرونی شہادت بھی اس کی موید ہے، کہ سورۃ براۃ نوین ہجری ماہ ذی الحجہ مین اس وقت نازل ہوئی، جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رض کو حاجیون کا قافلہ سالار بنا کر بھیجا تھا، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے، کہ یہ آیتِ جزیہ جو نوین ہجری ماہ ذی الحجہ مین نازل ہوئی ہے، عہد نامۂ زیر بحث کی تاریخِ تحریر سے یعنی نوین ہجری ماہ رجب پانچ ماہ بعد نازل ہوئی ہے، ایسی صورت مین یہ بات ناقابلِ فہم ہے، کہ عہد نامۂ زیر بحث مین اس وقت جزیہ کا ذکر کیونکر داخل ہو گیا، جب اس کے متعلق آیتِ قرآنی نازل ہی نہین ہوئی تھی،

اگر ہم یہ فرض بھی کر لیں، کہ سورۂ براۃ کا پچھلا حصہ پہلے حصہ سے قبل نازل ہوا ہے، جیسا کہ سہیلی نے بیان کیا ہے، (ملاحظہ ہو الروض الانف طبع قاہرہ جلد دوم ص ۳۲۸) اور یہ بھی تسلیم کر لین کہ جزیہ والی آیۃ سورۃ براۃ کے پہلے حصہ مین ہے، تو تاریخ نزول جنگِ تبوک سے پیشتر کی نہین ہو سکتی، جو نوین ہجری ماہ رجب مین ہوئی تھی، (ملاحظہ ہو سیرت ابن ہشام اور الروض الانف جلد دوم ص ۳۱۶ کے حاشیے) اگر یہ صحیح مان لیا جائے کہ عہد نامۂ زیر بحث نوین ہجری ماہ رجب مین لکھا گیا تھا، تو یہ وہی سنہ اور مہینہ ہے جس مین ذمیون پر جزیہ عائد کیا

گیا تھا، اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے، کہ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک طرف تو قرآن مجید غیر مسلمون پر جزیہ عائد کئے جانے کا حکم دے، اور دوسری طرف آنحضرت صلعم چند اشخاص کو اوس سے مستثنیٰ فرمائین، ایک ہی وقت مین جزیہ کے احکام کا نازل ہونا، اور اسی زمانہ مین اوس سے بعض کو مستثنیٰ کیا جانا واقعات کے بالکل خلاف ہے، کیونکہ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باشندگانِ ایلہ سے جب صلح فرمائی، تو اوس صلحنامہ مین ادائی جزیہ کی شرط عائد فرمائی تھی، (سیرۃ ابن ہشام والروض الانف کا حاشیہ جلد دوم ص ۳۱۹) ایسے ہی معاہدات جن مین جزیہ کی ادائگی کی شرط تھی، باشندگانِ جربا، اذرح اور دومۃ الجندل (ملاحظہ ہو سیرۃ ابن ہشام الروض الانف کا حاشیہ جلد دوم ص ۳۱۹) کے ساتھ بھی کئے گئے تھے، قیصرِ روم سے بھی جزیہ طلب کیا گیا تھا، (ملاحظہ ہو کتاب الاموال ابو عبید نمبر ۵۵ اور صبح الاعشیٰ جلد چہارم ص ۳۷۰) اور حاکمِ ایلہ سے بھی (ابن سعد جلد اول قسم دوم صفحات ۲۸ و ۲۹) نیز بادشاہانِ حِمیر کے قاصد سے بھی جزیہ طلب کیا گیا تھا، (سیرت ابن ہشام)

یہان یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اذرح جربا اور ایلہ کے باشندون کے ساتھ جو معاہدات کئے گئے تھے انمین لفظ جزیہ استعمال نہین کیا گیا، مگر ایک مقررہ رقم باج کی صورت مین ان پر عائد کی گئی تھی، مقنع کے صلحنامہ سے (ابن سعد جلد اول باب دوم صفحہ ۲۰ اور بلاذری ص ۶۰) واضح ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عین حیات بھی جزیہ چھوڑ دیا گیا تھا، مگر اس کے بجائے چند محصول ایسے عائد کئے گئے تھے جو جزیہ کے مماثل تھے،

جزیہ کی معافی کے ساتھ ساتھ عہدنامہ مین یہ بھی ذکر ہے، کہ مسلمان حضرت سلمان رضؓ کے ورثہ کو کوئی تکلیف نہ دین، ان کی پیشانی کے بال نہ کٹوائین، ان کے ورثہ کو قیمتی لباس پہننے، زنار باندھنے، مکان بنانے اصطبل وغیرہ رکھنے کی اجازت دین، مذہبی اور نجی امور مین ان کو بالکلیہ آزاد رکھین، مسلمانون کو حکم دیا گیا ہے، کہ ان کی عیدون کے موقع پر ان کو خلعتِ فاخرہ

دیا کرین، اور مزید برآن دوسرے تمام مذہبی فرقون پر اُن کو فوقیت دیجائے، اس قسم کے نامعقول رواجات جیسے پیشانی کے بال کٹوانا، ہتھیار باندھنے کی ممانعت، گھوڑون پر بغیر زین کے بیٹھنا وغیرہ جو رومیون کے زیر اثر ملک شام مین جاری ہو چکے تھے، حضرت عمر رضؓ نے اپنے عہدِ خلافت مین شامیون کو ان سب چیزون سے مستثنیٰ کیا تھا، (ملاحظہ ہو السنن الکبریٰ طبع دائرۃ المعارف کتاب الجزیہ جلد نہم ص ۲۰۳) لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مین عرب مین ایسے نامعقول رواجات جیسے تعمیر امکنہ، اصطبل رکھنے اور میت کے جلوس نکالنے کی ممانعت وغیرہ موجود نہ تھے، اس عہدنامہ مین سب سے زیادہ تعجب خیز امر یہ ہے اور اپنی نوعیت کی یہ پہلی دستاویز ہے، جس مین اہلِ کتاب پر بھی پارسیون کو فضیلت دی گئی ہے،

اس مین شک نہین کہ حضرت سلمان رضؓ اپنے خلوص و عقیدتمندی کی بنا پر بارگاہ نبوی مین ایسے مقبول و مقرب بن گئے تھے، کہ ان کے متعلق آنحضرت صلعم نے یہ فرمایا تھا "سلمان میرے اہلِ بیت سے ہے" وہ مراتب مین دوسرے صحابہ پر اگر سبقت نہین لے گئے تھے، تو ان سے کچھ کم بھی نہ تھے، لیکن حضرت سلمان رضؓ کا یہ تقرب اور اختصاص ان کے جیسے پاک طینت بزرگ کو اتنی جرأت نہین دلا سکتا تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان پارسیون کے لئے اس قسم کی مراعات کے طلبگار ہوتے جن کے مذہب سے وہ خود مطمئن نہ تھے، اور جن کی وجہ سے ان کو بڑے بڑے مصائب جھیلنے پڑے تھے، وہ تقرب کے باوجود کسی موقع پر اپنی حد سے آگے نہ بڑھتے تھے، اور ہمیشہ انکی زبان آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سپاس گذار رہتی تھی، ایک مرتبہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو ان کے یہودی مالک سے آزادی حاصل کرنے کے لئے مطلوبہ مقدار رقم عنایت فرمائی، تو انھون نے کہا، مین کیسے اس رقم کو ادا کر سکون گا، (ملاحظہ ہو طبقات مصنفہ ابو حیان ص ۲۲) اسی طرح ایک اور موقع پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

ان سے فرمایا "تم اس سے خفا تو نہین ہوئے، کہ مین نے تم کو تمھارے آبا و اجداد کے عقائد سے پھیر لیا، تو" حضرت سلمان رض نے عرض کیا، مین آپ سے کیسے خفا ہوسکتا ہون، جب آپ ہی نے مجھے خدا کا راستہ دکھایا ہو" (اخبار اصفہان جلد اول ص ۶۳) درحقیقت حضرت سلمان فارسی رض روحانیت کے جس درجہ پر تھے، اس کے اعتبار سے ان کی نظران مادی فوائد پر کبھی پڑہی نہین سکتی تھی، اس کے ثبوت مین چند واقعات پیش کئے جاتے ہین،

ایک مرتبہ مشہور صحابی حضرت ابودرداء رض نے جو شام مین متوطن ہوگئے تھے حضرت سلمان رض کو تحریر فرمایا، کہ وہ شام کی ارض مقدس مین مقیم اور بچون اور دولت سے خوش و خرم اور مالا مال ہین، حضرت سلمان رض نے اسکا یہ جواب دیا کہ ہر زمین پاک اور مقدس ہی، اور ہر ایک کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو مردہ تصور کرے (اسد الغابہ ابن الاثیر جلد دوم صفحات نمبر ۳۳۰، ۳۳۱)

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت حذیفہ رض نے حضرت سلمان رض سے پوچھا "کیا آپ اپنے لئے کوئی عمارت بنانا پسند فرمائین گے:" حضرت سلمان رض نے نفی مین جواب دیتے ہوئے فرمایا، مین "قبر کھودنے کو عمارت چننے پر ترجیح دیتا ہون"

ایک مہم مین حضرت سلمان رض اسلامی لشکر کے سپہ سالار تھے، اور فارس کے ایک محل کا محاصرہ کئے ہوئے تھے، اس وقت اس کے محافظین سے للکار کر کہا "مطیع ہوجاؤ" مین بھی تم جیسا ایک پارسی ہون، اور دیکھو یہ عرب میرے کتنے مطیع ہین، اگر تم بھی اسلام قبول کرلو تو ہم تم ایک ہوجائین گے، اور مال غنیمت مین برابر کے حصہ دار، اگر تم اس دعوت کو رد کرتے ہو، اور اپنے ہی مذہب سے وابستہ رہنا چاہتے ہو، تو پھر جزیہ ادا کرو" (اخبار اصفہان جلد اول ص ۴۲) یہ واقعات ان باتون کا ثبوت دیتے ہین کہ ایسے کردار کا شخص اور اسلامی قوانین کا ایسا پابند اور بلند پایہ انسان اپنے آپ کو اس قدر نہین گرا سکتا تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی معمولی مادی رعایتون کا

خواہشمند ہوتا، جو خلاف شریعت ہون، یہ بات بھی قابل ذکر ہے، کہ ابونعیم اصفہانی نے اخبار اصفہان جلد اول صفحہ ۱۴۱ مین ایک ایسے خط کا بھی حوالہ دیا ہے، جسکو حجاج بن یوسف نے اصفہان کے پارسی عامل دہزاد بن یزداد کے نام جو زاذان کے کسی رشتے کا بھائی، اور حجاج بن یوسف کا پارسی کاتب لکھا تھا، اس خط مین حجاج نے اس عامل پر اس قصور مین کہ اس نے باشندگان اصفہان کے لئے جزیہ کی مقدار رقم مین کمی کرنے کی درخواست کی تھی سخت برہمی ظاہر کی ہے، اگر پارسیون کے پاس اوس وقت (یعنی حجاج کے زمانہ ۷۴ھ-۸۶ھ) مین یہ عہدنامہ موجود ہوتا، تو وہ اس کو ضرور پیش کرتے، یا اوس کا حوالہ دیتے، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے، کہ ان کے پاس اس وقت یہ عہدنامہ نہین تھا اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے، کہ حجاج کے پارسی حاکم نے اس کے زمانہ مین پہلی مرتبہ پارسیون کے جزیہ کی مقدار گھٹانے کی پہلی دفعہ کوشش کی تھی، اور حجاج کے دور حکومت مین پارسیون کی جانب سے پہلی مرتبہ اس قسم کی درخواست کی گئی تھی،

ان تمام واقعات سے یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ عہدنامۂ زیر بحث مین کوئی ایسی ٹھوس شہادت نہین ہے، جس سے یہ ثابت ہو کہ وہ اصلی ہے،

استفسار و جواب

نعمت خاں عالی اور اسکی تصنیفات

جناب غلام رضا صاحب (کراچی) بندہ آپ کا نہایت احسان مند ہوگا، اگر مہربانی فرما کر آپ ایک مختصر سا نوٹ زندگی نعمت خاں عالی پر عنایت فرما دیں، یہ باتیں ضرور ہوں (۱) سن ولادت و دیار ولادت (۲) قابل ذکر حالات زندگی، (۳) مشہور تصانیف (۴) پیشہ و سکونت (۵) وجوہ تالیف "وقائع" اگر "وقائع نعمت خاں عالی" پر کوئی شرح مل جائے تو بندہ اور بھی ممنون ہوگا۔"

معارف:۔ نعمت خاں عالی کے متعلق جو کچھ آپ نے استفسار فرمایا ہے، اس کے جواب کے لئے ایک مستقل مقالہ چاہئے ذیل میں اختصار کو مد نظر رکھ کر آپ کے مطلوبہ معلومات پیش ہیں، تفصیل کے لئے ان مآخذ کی طرف رجوع کیجئے جن کے حوالے استقصار کے ساتھ ذیل میں درج کر دئے جاتے ہیں:۔

نعمت خاں عالی عہد عالمگیر کے سرکاری ملازمین اور اس کے دربار کے خاص مقربین میں سے تھا، ہندوستان کے علمی و تعلیمی حلقوں میں اس کی عام شہرت اس کی تصنیف وقائع سے ہوئی، جو اپنے طرز انشا کی ندرتوں سے مقبول عام ہوئی، اور ابھی پچھلے دور تک طلبہ کے نصاب تعلیم میں داخل اور عام طور پر پڑھی پڑھائی جاتی تھی اور جیسا کہ آپ کو معلوم ہے اب بھی

فارسی کے امتحان کے نصاب میں داخل ہے،

نعمت خاں کے سوانح حیات اصلاً یا ضمناً حسب ذیل کتب میں ملتے ہیں، تاریخ چغتائی محمد شفیع وارد (سنہ ۱۱۵۲ھ) ہمیشہ بہار کشن چند اخلاص (سنہ ۱۱۶۰ھ) تذکرۂ حسینی میر حسن دوست (تصنیف سنہ ۱۱۶۳ھ) مطبوعہ، مجمع النفائس سراج الدین آرزو (تصنیف سنہ ۱۱۶۴ھ) ریاض الشعراء والہ داغستانی متوفی (سنہ ۱۱۷۰ھ) تذکرۃ الامراء رائے کیول رام (تصنیف سنہ ۱۱۸۴ھ) تاریخ محمدی، محمد بن رستم بن قباد (سنہ ۱۱۹۰ھ) مآثر الامراء شاہنواز خاں (تصنیف سنہ ۱۱۹۴ھ) ید بیضا و سرو آزاد میر غلام علی آزاد متوفی سنہ ۱۲۰۰ھ، مخزن الغرائب احمد علی سندیلوی (تصنیف سنہ ۱۲۱۸ھ) اور نغمۂ عندلیب محمد رضا ابن ابوالقاسم طباطبا، (تصنیف سنہ ۱۲۶۱ھ)

پھر مغربی محققین میں سے ایلیٹ نے اپنی تاریخ ہند میں اور اسپرنگر اور ریو وغیرہ نے اپنی فہارس مخطوطات میں اس کی تصنیفات کے سلسلہ میں اس کے سوانح کے بعض قلمی مآخذ سے اعتنا کیا ہے، اور بعض قلمی کتابوں کے حوالے اور معلومات نقل کئے ہیں،

نعمت خاں کا نام خود اس کے بیان کے مطابق نور الدین محمد تھا، اور شیراز کے ایک ذی علم خاندان کا چشم و چراغ تھا، اور ابتداءً مرزا محمد شیرازی سے موسوم تھا، اس کے اسلاف فن طبابت میں دستگاہ رکھتے تھے، اور شیراز کے ممتاز اطبا میں شمار کئے جاتے تھے، طبابت کا پیشہ اس کے خاندان میں وراثۃً جاری تھا، اس کے والد حکیم فتح الدین شیرازی ہندوستان آئے تھے، اور یہ اسی زمانہ میں ہندوستان میں پیدا ہوا، یہیں ابتدائی نشو و نما حاصل کی، پھر صغر سنی ہی میں اپنے باپ کے ساتھ شیراز چلا گیا، (سرو آزاد قلمی نسخہ دار المصنفین ورق ۸۷ب و بہادر شاہ نامہ مولفہ نعمت خاں عالی ورق ۴۴ در برٹش میوزیم ج ۱ صفحہ ۲۷۲)

آپ نے اس کے مقام پیدائش کو خاص طور پر پوچھا ہے، اس لئے یہ تصریح کر دینی ضروری

ہے کہ صاحبِ مخزن الغرائب کے فحوائے کلام سے شبہہ ہوتا ہے کہ وہ شیرازی ہے، لکھتا ہے:-

"اصلش از اطبائے شیراز است نشو و نما در ہند یافتہ" (قلمی نسخہ دار المصنفین ورق ۸۰، ۳۴)

لیکن آزاد بلگرامی نے تصریح کے ساتھ اس کا مقامِ پیدائش ہندوستان کو بتایا ہے، وہ لکھتے ہیں:-

"حکیم فتح الدین نیز بہند آمدہ گویند مرزا محمد در ہند متولد شدہ و در صغر سنی ہمراہ پدر بشیراز رفت" (سرو آزاد قلمی نسخہ دار المصنفین ورق ۸۰، ب)

ریو نے بھی اپنی فہرستِ مخطوطات میں اس کا مقامِ پیدائش ہندوستان کا ہونا قبول کیا ہے، (ج ا ص ۲۶۸) شیراز میں اُس نے علوم کی تحصیل کی، آبائی پیشہ طبابت بھی سیکھا، اور اس عہد کے باکمال صاحبِ علم ملا شفیعائی یزدی مخاطب بہ دانشمند خاں کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، اس کے خانوادہ کے باکمال اہلِ علم سلطنتِ مغلیہ ہندوستان کے دامنِ دولت سے وابستہ ہو چکے تھے، چنانچہ اس کے چچازاد بھائی حکیم محسن خاں شیرازی شاہ عالم کی شاہزادگی کے زمانہ میں اس کے مصاحب تھے، حکیم محسن کے لڑکے حکیم حاذق شیرازی عالمگیر کے آخر عہد میں امیر الملک پھر محمد شاہ کے زمانہ میں پنج ہزاری منصب و خطاب حکیم الملوک سے سرفراز کئے گئے، انہی تعلقات سے میرزا محمد بھی شیراز میں تحصیلِ کمال کے بعد ہندوستان واپس آیا، (سرو آزاد ورق ۸۰، ب)

نعمت خاں کا خود بیان ہے کہ وہ شاہجہاں کے عہدِ حکومت میں سرکاری ملازمت میں داخل ہوا، اور عالمگیر کے عہد میں شاہی اعزازات سے نوازا گیا، (فہرستِ مخطوطاتِ فارسی برٹش میوزیم جلد ۱ صفحہ ۲۷۲ بحوالہ بہادر شاہ نامہ، نعمت خاں عالی ورق ۴۴)

وہ عالمگیر کے عہد میں ابتداءً پرچہ نویسی کی خدمت پر مامور رہا تھا، "وقائع" اسی زمانہ میں

اُس نے لکھی، (تاریخ ہندوستان الیٹ جلد ۷ صفحہ ۲۰۰) اس کے بعد ۱۰۹۴ھ میں منصب بکاؤلی یعنی داروغگی مطبخ کی خدمت پر مامور ہوا، اور اسی موقع پر نعمت خاں کا خطاب عطا کیا گیا، (سرو آزاد ورق ۸۰، ب مخزن الغرائب ورق ۸۰، ۳۴ ب و تذکرہ حسینی صفحہ ۲۱۵ مطبوعہ نولکشور) اس کے بعد عالمگیر کے آخر عہدِ حکومت میں اس کے اعزاز و منصب میں ترقی ہوئی، مقرب خاں کے خطاب سے مخاطب کر کے داروغگی جواہر خانہ کی خدمت پر مامور کیا گیا (سرو آزاد ورق ۸۰، ب)

عالمگیر کی وفات کے بعد جب اعظم شاہ دار السلطنت پر قابض ہوا، اور شاہ عالم بہادر شاہ سے مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوا تو مرزا محمد مقرب خاں اس کے ہم رکاب تھا، جب وہ گوالیار پہنچا تو معلوم ہوا کہ شاہ عالم بہادر شاہ نے اکبر آباد کا رُخ کیا ہے، اعظم شاہ نے زینب النساء جو اُس کی سگی بہن تھی اور قیمتی سامان و جواہرات کو قلعۂ گوالیار میں حفاظت کے لئے چھوڑ دیا اس لئے نعمت خاں جواہرات کی حفاظت کے لئے گوالیار میں رہ گیا، اعظم شاہ کے مارے جانے کے بعد اس نے جواہرات کو پوری حفاظت کیساتھ شاہ عالم کی خدمت میں لا کر پیش کیا، اور اس حسن خدمت سے شاہ عالم کی نظروں میں وقعت حاصل کی اور اسنے اسکے صلہ میں اسکو دانشمند خاں کا بلند خطاب عطا کیا اور سرکاری دستاویزات سے اپنے عہد کی تاریخ لکھنے پر مامور کیا، لیکن اس کتاب کے پایۂ تکمیل تک پہنچنے سے پہلے اس کا پیامِ اجل آ پہنچا، نعمت خاں نے مختلف وقتوں میں خطابات کے ملنے اور ان مختلف واقعات کا تذکرہ بہادر شاہ نامہ کے دیباچہ میں خود بھی کیا ہے، اور میر غلام علی آزاد نے بھی تذکرہ کیا ہے، (سرو آزاد و بہادر شاہ نامہ بحوالۂ مذکور)

اس کے سالِ وفات کے متعلق ایک سے زیادہ روایتیں ہیں، کشن چند اخلاص نے ہمیشہ بہار میں اس کا سالِ وفات، بہادر شاہی جلوس ۳ھ یعنی ۱۱۲۰ھ لکھا ہے، اسپرنگر نے اس کو نقل کیا ہے، (فہرست کتب خانہ شاہ اودھ صفحہ ۱۲۷) سراج الدین سراج اورنگ آبادی

نے اپنے منتخبات کلام میں اس کے کلام کو بھی درج کیا ہے، اور اس میں سال وفات ۱۱۲۱ھ لکھا ہے، (اسپرنگر ص ۱۵۱) اور آزاد بلگرامی نے بھی ۱۱۲۱ھ درج کیا ہو (سرو آزاد ص ۸۰ ب) لیکن الیٹ اور ریو نے محمد بن رستم بن قباد صاحب تاریخ محمدی (۱۱۹۰ھ) کی اس روایت کو ترجیح دیا ہے، کہ اس نے بہادر شاہی جلوس ۴ھ میں یکم ربیع الآخر ۱۱۲۲ھ کو بمقام دہلی وفات پائی، (تاریخ ہند الیٹ جلد ۷، ص ۲۰۰ و فہرست مخطوطات فارسی برٹش میوزیم جلد ۳ ص ۹۴۰ ب بحوالہ تاریخ محمدی قلمی نسخہ ۱۵۲۴ ورق ۲۴۵)

نعمت خاں مختلف علوم و فنون میں دستگاہ اور نظم و نثر میں بڑی قدرت رکھتا تھا، ہجو گوئی اور ہزل نویسی اس کا طرۂ امتیاز تھا، اُس نے اپنے دیوان کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ اس نے ابتدا طبابت کے شغل کی مناسبت سے اپنا تخلص حکیم رکھا تھا، پھر اپنے استاد نواب دانشمند خاں کے ارشاد کی تعمیل میں عالی تخلص اختیار کیا، اس کو عام شہرت "نعمت خاں عالی" کے نام سے ہوئی، میر غلام علی آزاد لکھتے ہیں :-

"حاوی فنون وافر بود و جامع علوم متکاثرہ ... ... در نظم و نثر قدرت عالی دارد و خصوص در وادی نثر طلسم حیرت می بندد دیوان محتوی بر قصائد و غزلیات و مثنوی مسمیٰ بہ سخن عالی و منشأت او بے نظیر در آمد" (سرو آزاد ورق ۸۰، الف و ۷۹ ب)

ید بیضا میں لکھتے ہیں :-

"منصب عالی و رتبہ متعالی داشتہ و مرجع و مشار الیہ صاحب طبعان عصر خود بود" (قلمی نسخہ دار المصنفین)

صاحب مخزن الغرائب نے اُس کی شاعری کے متعلق چند لفظوں میں اپنی رائے لکھی ہے :-

"اشعار غزلیاتش چنداں لطف ندارد و بے مزہ و خالی از درد مندی، اما نثر و مثنوی و ہجائے او پسندیدہ است و نہایت لطف و ظرافت آمیز است" (قلمی نسخہ دار المصنفین ورق ۸۰، ۴۷ ب)

وہ عالمگیر کے دربار میں اپنی لطیفہ گوئی، بذلہ سنجی، حاضر جوابی اور ہجو گوئی سے لوگوں کی نگاہوں میں رہتا تھا، اور عالمگیر کے بڑے منہ چڑھے مصاحبوں میں تھا مخزن الغرائب میں ہے:

"نہایت شوخ بے باک و حاضر جواب و لطیفہ گوئی بود و بملازمت محی الدین اورنگزیب عالمگیر بادشاہ سرفرازی داشت" (ـــ)

عالمگیر لطف صحبت کے لئے اس سے خود بھی دلچسپی لیتا تھا، ایک مرتبہ اس کے اثناءِ سے اس کی تصنیفات کے مجموعہ کو کسی نے غائب کر دیا، یہ ملول خاطر ہوا، کسی نے پوچھا کس نے چرایا ہے؟ اس نے جواب میں کہا "شاہ دزدے برد" (تذکرہ حسینی ص ۲۱۵)

اس کی ہجو گوئی سے دربار کے امراء بھی نالاں رہتے تھے، چنانچہ نواب صمصام الدولہ شاہنواز خاں نے اپنی مآثر الامراء میں مختلف امراء کے سوانح میں اس کے ہجویہ اشعار نقل کئے ہیں، اور اس کو "نعمت خاں میرزا محمد حاجی" کبھی صرف "مرزا محمد حاجی" اور کہیں "نعمت خاں حاجی" کے نام سے یاد کیا ہے، ایک موقع پر وہ لکھتے ہیں :-

"گویند نعمت خاں مرزا محمد حاجی کہ اکثر امراء و نویسان زخمی تیغ زبان او و دشنۂ خونش بودند واو دست از کنایہ و ہجو بر نمی داشت" (ج ۲ ص ۶۸۹ - ۶۹۰)

اس کی تیغ زبان کے زخمیوں میں محمد علی خاں خان ساماں (جلد ۳ صفحہ ۶۲) مطالب خان مرزا مطلب (ج ۳ ص ۱۵۷) مختار خاں، قمر الدین (جلد ۳ ص ۶۰۰) ہدایت خاں (جلد ۲ صفحہ ۹۹) اور مہابت خاں (جلد ۲ صفحہ ۳۴۵) وغیرہ ممتاز امراء ہیں، یہانتک کہ وہ شاہزادی زیب النسا اور شہنشاہ عالمگیر کی ہجو ملیح سے بھی باز نہ آیا، صاحب مخزن الغرائب لکھتا ہے :-

"... مخاطب نعمت خاں کرد، وحق نمک بی نعمت خود نگاہ نداشتہ ہجو بلیح کرد۔ (ورق ۸، ۴۴ ب)

نواب شاہ نواز خاں لکھتے ہیں:

"حتیٰ در حق خلد مکان گفتہ وحق نمک نمک کلام ادا نمودہ!" (مآثر الامراء ج ۳، ص ۷۹۰)

اس نے عالمگیر کی شان میں جو اشعار کہے ہیں صاحب تذکرہ حسینی نے ان میں سے بعض کو نقل کیا ہے، عالمگیر کے مقرب خاص مرزا یار علی بیگ کی گردن کسی عارضہ سے ٹیڑھی ہوگئی تھی، عالمگیر بھی ایک مرتبہ آخر عمر میں گھوڑے پر سے گر پڑا، اور چوٹ آگئی، اطبا ضماد لگاتے تھے نعمت خاں نے بے تامل چند اشعار کہہ ڈالے،

اسی طرح ایک مرتبہ اُس نے بادشاہ کی خدمت میں ایک قطعہ لکھکر پیش کیا:۔

اے عمر (رض) صورت و عثمان (رض) سیرت — کہ ابوبکر (رض) نگہدار تو باد

روز محشر کہ بخود در مانے — پسر بوسفیان (رض) یار تو باد

بادشاہ نے یہ رُباعی پڑھکر کہا:۔

"اگرچہ این کہنہ قرم ساق بدانست خود ہجو کردہ است لیکن سعادت ماست

بنویسند در بیاض خاص"۔ (تذکرۂ حسینی ص ۲۱۵)

ایک مرتبہ اُس نے ایک مرصع کلغی شاہزادی زیب النساء کے پاس فروخت کیلئے بھیجی، اسکی قیمت کے آنے میں دیر لگی تو ایک شوخ رُباعی لکھ کر بھیج دی، زیب النساء نے فوراً پانچ ہزار روپے بھجوا دیئے (ص ۲۱۶) اسی طرح اُس کی شوخ نگاری و ہجو گوئی کے مختلف واقعات تذکرۂ حسینی و مخزن الغرائب میں بیان کئے گئے ہیں، اور تذکرۂ حسینی میں ہجویہ نظم ونثر دونوں کی مثالیں، سرو آزاد میں منتخب اشعار، اور تذکرۂ حسینی اور مخزن الغرائب میں غزلیات، قطعات اور مثنوی کے اشعار درج ہیں، (تذکرۂ حسینی ص ۲۱۵، ۲۲۱، مخزن الغرائب ورق ۸، ۴۴، ۹، ۴۴ الف و سرو آزاد ورق ۹، ۷ الف و ب)

نعمت خاں عالی کی تصانیف حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ **وقائع**، اس کی شہرت "وقائع نعمت خاں عالی" کے نام سے ہے، فہرستوں میں "وقائع حیدرآباد" کے نام سے متعارف ہے، کیونکہ کتاب ان لفظوں سے شروع ہوتی ہے "روزنامہ وقائع ایام محاصرہ دار الجہاد حیدرآباد" (فہرست مخطوطات فارسی برٹش میوزیم ج ۱ ص ۲۶۸)

یہ وقائع قلعہ گولکنڈہ حیدرآباد کے محاصرہ کے ہیں، جس میں ابوالحسن نے شکست کھائی اور قلعہ پر قبضہ ہوگیا، عالی نے اس کے حالات روزنامچے کے طور پر ظرافت آمیز طرز انشا میں نظم ونثر میں لکھے ہیں، اور مغربی محققین میں سے ایلیٹ اور ریو وغیرہ نے اس رائے کو قبول کیا ہے، کہ اس تصنیف کو محض اس کی انشا پردازانہ ندرتوں سے قبول عام حاصل ہوا، ورنہ معنوی حیثیت سے اس کو چنداں اہمیت حاصل نہیں، (تاریخ ہندوستان ایلیٹ ج ۲ ص ۲، فہرست مخطوطات فارسی برٹش میوزیم ج ۱ ص ۲۶۸)

کتاب میں کوئی دیباچہ نہیں ہے، صرف سات دنوں ۱۳، ۱۴، ۱۵، رجب و ۷، ۱۸، ۲۵، ۲۹ رشعبان ۱۰۹۷ھ کے وقائع روزنامچہ کے طور پر نثر ونظم میں بیان کئے ہیں، تاہم تاریخی استناد کے لحاظ سے یہ زیادہ خرو تر بھی نہیں، محمد ہاشم خوافی خاں نے اپنی منتخب اللباب میں اس کے طویل اقتباسات ایک تمہید کے ساتھ نقل کئے ہیں، چنانچہ لکھتا ہے:

"اما نعمت خاں عرف مرزا محمد کہ آخر مخاطب بدانش مند خاں گردید از مستعدان آں عہد گفتہ می شود از نظم ونثر و اکثر علوم عقلی ونقلی بہرۂ تام حاصل کردہ بود حقیقت ایام محاصرۂ حیدرآباد را از راہ شوخی طبع کہ ہیچ کلام او بے آنکہ ہجو ملیح وبذلہ گوئی در آں بکار نبرد یافتہ نمی شود، برشتہ بیان کشیدہ چند سطر از آں بعبارت کم وزیاد بطریق

انتخاب و تضمین برائے شادابی سخن باحاطۂ تحریر می آرد .... ،، (منتخب اللباب ج ۲ ص ۳۳۸)

یہ اقتباسات صفحہ ۳۳۸ سے ۳۵۹ پر مشتمل ہیں،

وقایع اور اس کے اقتباسات کے کئی نسخے مختلف کتب خانوں برٹش میوزیم، کتب خانۂ خدابخش اور کتب خانۂ مشرقیات بمبئی یونیورسٹی وغیرہ میں موجود ہیں، برٹش میوزیم میں انیسویں صدی کے لکھے ہوئے دو نسخے ایک ۹۶ صفحوں کا نمبری ۲۶۲۴۲ اور دوسرا ۶۷ صفحوں کا نمبری ۲۶۲۴۱ موجود ہیں (فہرست مخطوطات فارسی ج ۱ ص ۲۶۸) اسی طرح آپ کو مختلف مذکورہ کتب خانوں کی مطبوعہ فہرستوں میں اس کے نسخوں کے نمبر اور حالات مل جائیں گے،

وقائع کا پہلا نسخہ ہندوستان میں ۱۲۴۸ھ میں اسکی مثنوی حسن وعشق کے ساتھ چھپا، دوسرا نسخہ ۱۲۵۹ھ میں مولوی مقبول احمد کے حواشی کے ساتھ لکھنؤ سے شائع ہوا، (فہرست مخطوطات فارسی برٹش میوزیم ج ۱ ص ۲۶۸) اس موخر الذکر نسخہ کے پہلے اڈیشن میں کچھ اغلاط رہ گئے تھے، اس لئے محشی کے "نثر خاتمہ" کے ساتھ دوسرے سال ۱۲۶۰ھ میں اس کا دوسرا اڈیشن، مطبع حسنی سے شائع ہوا، مولوی مقبول احمد کے حواشی کے یہ دونوں نسخے کتب خانۂ دار المصنفین میں موجود ہیں،

۲- **جنگ نامہ**، اس میں رانا اودے پور کے خلاف عالمگیر کی جنگ کے زمانہ سے شاہ عالم کی تخت نشینی تک کے حالات بیان کئے گئے ہیں، جن میں برادرانہ جنگ کو زیادہ نمایاں کیا گیا ہے، ایلیٹ نے اپنی تاریخ میں اس کا تعارف کرایا ہے، اس کا قلمی نسخہ محفوظ ہے، اور اس کا پہلا اڈیشن ۱۲۶۱ھ میں لکھنؤ سے اور دوسرا ۱۲۶۹ھ میں کانپور سے شائع ہو چکا ہے، (ایلیٹ ج ۲ ص ۲۰۲، برٹش میوزیم ج ۱ ص ۲۷۲)

۳- **بہادر شاہ نامہ**، جیساکہ اوپر گذرا، شاہ عالم بہادر شاہ نے نعمت خاں کو "دانشمند خاں"

کا خطاب دے کر اپنے عہد کی تاریخ نویسی پر مامور کیا تھا، چنانچہ اس میں اس کے عہد حکومت کے ابتدائی دو سال کے حالات سرکاری دستاویزات و بیانات سے مرتب کئے ہیں، اور یہ کتاب مستند سمجھی جاتی ہے، کتاب کا نام نعمت خاں کے قلم سے دیباچہ میں ایک جگہ "بادشاہ نامۂ عہد مبارک" مرقوم ہے، برٹش میوزیم کا ایک دوسرا نسخہ نمبر ۲۰۷۰ "اور شاہ نامۂ شاہ عالم بہادر" سے موسوم ہے (ج ۲ ص ۷۴۵)، مگر عام طور پر اسکو "بہادر شاہ نامہ" ہی کہا گیا ہے، اور اسی نام سے کئی نسخے مختلف شاہی کتب خانوں انڈیا آفس اور بوڈلین لائبریری میں ہیں، تاریخ شاہ عالم اور تاریخ بہادر شاہ کے نام سے بھی اس کے نسخے ہیں، اس کے ناموں کے اختلاف سے ایلیٹ کو غلط فہمی ہو گئی اور دو علٰحدہ تصنیفوں کی حیثیت سے اس نے تذکرہ کیا ہے، لیکن کتاب کے اڈیٹر نے اس کی تصحیح کر دی ہے، (ایلیٹ ج ۷، ص ۵۶۸) کتاب اس شعر سے شروع ہوتی ہے،

خلق ازل تا بہ ابد مصر فش ۔۔۔ ناز و نعیم دو جہاں در کفش

شروع میں چند صفحوں کا دیباچہ ہے، پھر شاہ عالم کی ولادت، بچپن، عالمگیر کی وفات، برادرانہ جنگ و تخت نشینی کے حالات ہیں، اس کے بعد ماہ بماہ اور کہیں کہیں روز بروز کے حالات آخر ذیقعدہ ۱۱۲۰ھ تک کے لکھے گئے ہیں، (مزید معلومات اور حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو فہرست مخطوطات برٹش میوزیم نمبر ۲۴ ۲ نمبر ۱۶۸۰۵ ، نمبر ۱۶۵۵ ، لائبریری کنگ کالج کیمبرج نمبر ۴۷، میونخ لائبریری فہرست بوڈلین لائبریری ص ۱۳۴. انڈیا آفس نمبر ۳۸۵ ج ۱ ص ۱۴۳ وغیرہ) یہ کتاب مآثر الامرا، شاہنواز خاں کے ماخذ میں بھی داخل ہے، (ج ۱ ص ۴)

۴- **دیوان عالی**، اس کا دیوان "دیوان عالی"، (برٹش میوزیم نمبر ۱۶۷۰۹ ج ۲ ص ۷۰۲) "سخن عالی" (سرو آزاد ص ۷۰) "خوان نعمت"، (فہرست کتبخانہ شاہ اودھ نمبر ۴۹ ص ۳۲۸) اور "کلیات نعمت خاں عالی"، (انڈیا آفس نمبر ۱۶۵۹ ج ۱ ص ۹۳) کے ناموں سے اس کے نسخے پائے

جاتے ہیں، کتب خانۂ شاہ اودھ کا نسخہ ایک دیباچہ سے شروع ہوتا تھا، جو نعمت خاں کا لکھا ہوا تھا، دیباچہ کے بعد غزلیات، قطعات، ہزلیات اور مثنویاں تھیں، دیوان کا پہلا شعر یہ ہے:-

تمام می باید از مصراعِ بسم اللہ دیوانہا ۔۔۔ بہ بیں کز مدایں ابر داست زیبِ روے عنوانہا

(فہرست کتب خانۂ شاہ اودھ ص ۳۲۹)

برٹش میوزیم (ج ۲ ص ۷۰۲، ۷۰۳) اور بانکی پور (ج ۳ ص ۱۷۹، ۱۸۰) کے نسخوں میں دیباچہ نہیں صرف غزلیات ہیں، لیکن برٹش میوزیم کے نسخہ میں غزلیات کے بعد چند قطعات بھی، "خوان نعمت" کے عنوان سے درج ہیں، پھر برٹش میوزیم کا ایک دوسرا نسخہ بھی صرف غزلیات پر مشتمل ہے، اور ان دونوں نسخوں کی غزلیں بھی کہیں کہیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں، پٹنہ کے کتب خانہ میں دیوان کا دیباچہ ایک علٰحدہ جزو میں ہے، (ضیمہ فہرست ج ۲ ص ۱۳۲) ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے کتب خانہ میں بھی "کلیات عالی" (نمبر ۸۲۶) کے نام سے اس کا دیوان موجود ہے، جس میں دیباچہ غزلیات، مثنوی حسن و عشق اور وقائع کے اجزا یکجا مرتب کئے گئے ہیں، (ص ۳۷۶)

ان نسخوں کے فرق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دیوان ایک سے زیادہ مرتبہ ترتیب پایا اور آخری مرتبہ کا وہی نسخہ ہے جو شاہ اودھ کے کتبخانہ میں تھا، نیز غالبًا ایشیاٹک سوسائٹی میں موجود ہے، جس میں عالی کا لکھا ہوا دیباچہ نثر میں موجود ہے، اور مختلف اصنافِ سخن غزلیات وقطعات، غزلیات اور مثنویاں اس میں موجود ہیں،

۵۔ مثنوی حسن و عشق، یہ مثنوی لکھنؤ میں پہلی مرتبہ ۱۸۴۲ء میں چھپی، پھر امام بخش کی شرح کے ساتھ ۱۸۴۳ء میں دہلی سے شائع ہوئی، تیسرا اڈیشن ۱۸۷۳ء میں لکھنؤ سے نکلا، اس کے ایک سے زیادہ قلمی نسخے برٹش میوزیم میں موجود ہیں، (فہرست مخطوطاتِ فارسی

ج ۲ ص ۷۰۳، ۷۰۹) بانکی پور میں اس کا ایک نسخہ "کدخدائے حسن و عشق" (نمبر ۳۰۱۸) اور دوسرا "ازدواج حسن و عشق" (نمبر ۲۱۰۹۵) کے نام سے موجود ہے، اس کی ابتدا "حدیثِ عشق شد زیب بیانم" سے ہوتی ہے، (ضیمہ فہرست ج ۲ ص ۱۲ او ۱۳)

۶۔ راحت القلوب یہ چند ہمعصروں کی شان میں اس کے ہجویہ کلام کا مجموعہ ہے اس کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ایک مجموعۂ رسائل نمبر ۵۷۲۲ میں ہے، اس کی ابتدا میں "آفرین سخن آفرینی را کہ در صلاے ثنایش ......" ہے،

۷۔ مثنوی مشتمل بر اخلاقی حکایات، برٹش میوزیم کے ایک مجموعۂ کتاب نمبر ۵۶۲۲ میں اس کی بعض مثنویاں چند اخلاقی حکایات پر مشتمل ہیں، اس کی ابتدا اس شعر سے ہے،

حمد و شکر او را کہ ہر چہ ہست از اوست ۔۔۔ دام ہستی حلقہ دار از ہائے و ہوست

(فہرست ج ۲ ص ۷۰۶، ۷۰۹)

۸۔ رقعات عالی، اس کے چند رقعات جو ارادت خاں اور مرزا محمد سعید کے نام ہیں، برٹش میوزیم کے ایک مجموعۂ رسائل نمبر ۵۷۰۲ میں مندرج ہیں، نیز ایک دوسرے مجموعہ نمبر ۶۵۲۲ میں بھی بعض خطوط ہیں،

۹۔ رسالہ ہجو حکما، یہ اطبا کی شان میں ہجویہ رسالہ ہے، جو "حکیم علی الاطلاق از دار الشفاے رحمت" سے شروع ہوتا ہے، (برٹش میوزیم) اور یہی رسالہ بانکی پور کے کتب خانہ میں "رقعات نعمت خاں" کے نام سے مجلد نمبر ۲۱۹۶ میں ہے، (ضیمہ فہرست ج ۲ ص ۱۳۲)

۱۰۔ قائد محاصرۂ حیدرآباد، یہ بھی غالبًا نثر میں کوئی ہجویہ رسالہ ہے، اس کے دو نسخے برٹش میوزیم کے دو مجموعہ ہاے رسائل نمبر ۵۷۲۲ و نمبر ۲۲۷۸۹ میں موجود ہیں، (ج ۲ ص ۸۵۰، ۷۹۶)

۱۱- **تاریخات فتوح عالمگیر پادشاہ** وغیرہ، یہ بھی چند صفحوں کا رسالہ نظم میں ہے، چند قصائد اور مختلف فتوحات کی تاریخیں کہی گئی ہیں، یہ رسالہ بھی برٹش میوزیم کے ایک مجموعۂ رسائل نمبر ۱۶۸۷۵ میں منسلک ہے، (ج ۲ ص ۷۴۴)

۱۲- **خوان نعمت**، یہ فن طباخی پر ہے، جس میں انواع و اقسام کے کھانے پکانے کے طریقے بتائے گئے ہیں، جو غالباً اس زمانہ میں لکھا گیا جب وہ شاہی باورچی خانہ کے انصرام کی خدمت پر مامور تھا، اس کا ایک نسخہ برلن لائبریری میں ہے، (فہرست مخطوطات انڈیا آفس ج ا ص ۹۰۳) نیز اس کا تذکرہ شیخ عبد القادر مرتب فہرست کتب خانہ مشرقیات بمبئی یونیورسٹی نے کیا ہے، (ص ۴۹) اور جیسا کہ اوپر گذرا "خوان نعمت" کے عنوان سے چند قطعات بھی اس کے دیوان میں یکجا کئے گئے ہیں، اور کتب خانۂ شاہ اودھ میں اس کا دیوان ہی "خوان نعمت" کے نام سے موسوم تھا، بعض محققین کو ان ناموں سے بھی التباس ہوگیا ہے، جس کی تصحیح بعض دوسرے اہل علم نے کی ہے،

۱۳- **تفسیر قرآن**، بمبئی کی فہرست کتب میں فارسی زبان میں اس کی ایک تفسیر قرآن کا جو قرآن مجید کے بعض حصوں پر مشتمل ہے تذکرہ کیا گیا ہے، مرتب نے اس کا نسخہ پروفیسر حسین علی خاں (جامعہ عثمانیہ) کے پاس دیکھا تھا، (ص ۵۰) کسی اور کتب خانہ میں اس کا سراغ نہیں ملا، لیکن اسکی لکھی ہوئی تفسیر قرآن جس انداز کی ہو سکتی ہے اسکا اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں،

۱۴- **متفرق نظمیں** مختلف زمانوں میں مختلف ارباب ذوق نے مختلف ادبی مجموعوں میں اس کی مختلف نظمیں مختلف باکمال شعراء کے کلاموں کے ساتھ منتخب کی ہیں، وہ بھی مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہیں، مثلاً برٹش میوزیم میں مجموعہ نمبر ۲۵۰۰، (ج ا ص ۸۰۷) و نمبر ۵۶۲۲ (صفحہ ۹۷)، ہیں، اور ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے کتب خانہ میں مجموعہ ہائے

نمبر ۳۴ و نمبر ۴۰ و نمبر ۱۵۲ اور نمبر ۴۴، ۱ میں ہیں،

نیز اس کی تصنیفات کا تقریباً مکمل سٹ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں نمبر ۱۶۵۹ سے نمبر ۱۶۸۱ تک میں موجود ہے، (فہرست مخطوطات فارسی ج ا ص ۹۰۳)

ہم نے اس موقع پر اس کے کلام کا نمونہ درج کرنے سے اختصار کا لحاظ رکھکر عمداً احتراز کیا ہے، اگر آپ مطالعہ فرمانا چاہیں تو تذکرہ حسینی کے مطبوعہ نسخہ میں ملاحظہ فرمائیں، اور سرو آزاد کا مطبوعہ نسخہ مل سکے تو اس میں ورنہ اس کے اور مخزن الغرائب کے قلمی نسخہ یا اس کے نسخۂ دیوان عالی سے آپ بآسانی نقل کرا سکتے ہیں،

"ر"

مقدمہ رقعات عالمگیر

اس مین رقعات پر مختلف حیثیتون سے تبصرہ کیا گیا ہے جس سے اسلامی فن انشاء اور شاہانہ مراسلات کی تاریخ، ہندوستان کے صیغۂ انشاء کے اصول نہایت تفصیل سے معلوم ہوتے ہین، بالخصوص خود عالمگیر کے انشاء اور اسکی تاریخ کے آخذ اور عالمگیر کی ولادت سے برادرانہ جنگ تک کے تمام واقعات و سوانح پر خود ان خطوط و رقعات کی روشنی مین تنقیدی بحث کی گئی ہے،

ضخامت، ۳۹۰ صفحے، قیمت:- للعہ

رقعات عالمگیر

اورنگ زیب عالمگیر کے خطوط اور رقعات جو زمانہ شہزادگی سے برادرانہ جنگ تک اعزہ کے نام لکھے گئے ہین، اس جلد مین جمع کئے گئے ہین، اور ان سے علم و ادب، سیاست اور تاریخ کے بیسیون حقائق کا انکشاف ہوتا ہے، قیمت سے ر، ۲۸۰ صفحے،

"منیجر"

ادبیات

ذکر جمیل

از

جناب ماہر القادری

نبی دوسرے پیشوا بن کے آئے — محمدؐ مگر مصطفیٰ بن کے آئے

کہیں قاب قوسین کا راز کھولا — کہیں معنیِ ہل اتیٰ بن کے آئے

کبھی عرش کے کنگروں کو سنوارا — کبھی شمعِ غارِ حرا بن کے آئے

کہیں لی مع اللہ کا ساز چھیڑا — کہیں شرحِ قالو بلیٰ بن کے آئے

کبھی محفلِ ابتدا کو سجایا — کبھی نقطۂ انتہا بن کے آئے

وہ مکہ کی سختی وہ طائف کا منظر — محمدؐ خدا کی رضا بن کے آئے

امیروں کو رازِ اخوت بتایا — غریبوں کے حاجت روا بن کے آئے

کہیں عفو و رحمت کے جلوے دکھائے — کہیں وہ نبرد آزما بن کے آئے

نجاشیؓ بھی خادم ابوذرؓ بھی خادم — وہ سلطانِ شاہ و گدا بن کے آئے

کہیں بدر و خندق میں فوجیں لڑائیں — کہیں صلح کا سلسلہ بن کے آئے

کبھی دشت میں بکریوں کو چرایا — کبھی دہر کے پیشوا بن کے آئے

زمانہ کی سوکھی ہوئی کھیتیوں پر — گھٹا بن کے برسے ہوا بن کے آئے

انہی کی محبت ہے ایمان ماہرؔ
جو کونین کا مدعا بن کے آئے

تنہائیاں

از جناب روشؔ صدیقی

اشتیاقِ دید کی رسوائیاں — بن گئیں رخ پر ترے رعنائیاں

بھول جاؤ گے یہ بزم آرائیاں — کیا کہوں کیا ہیں مری تنہائیاں

اٹھ نہ جائے پردۂ شوقِ نمود — اک جھلک اور سو حجاب آرائیاں

زرد ہے رنگِ رخِ خورشیدِ عشق — کس نے دیکھی ہیں تری پرچھائیاں

خوابِ الفت تھا فروغِ زندگی — جاگ اٹھی ہیں روح کی بینائیاں

کس نے آنکھیں پائے ساقی پر ملیں — میکدہ لینے لگا انگڑائیاں

رہ نوردِ شوق سے شرما گئیں — جستجو کی حوصلہ فرسائیاں

ہر طرف وہ جلوہ گاہِ ناز ہے — اب کہاں جائیں مری رسوائیاں

لڑکھڑاتے ہیں تغافل کے قدم — اے محبت یہ وفا پیمائیاں

تو بھی رخصت اے جہانِ آرزو — آج تنہا ہیں مری تنہائیاں

میری خاموشی سے حیران ہیں روشؔ!
زندگی کی زمزمہ آرائیاں،

مطبوعات جدیدہ

سیاست ملیہ مولفہ منشی محمد امین صاحب زبیری تقطیع بڑی ضخامت ۰۰۰ صفحے، کاغذ کتابت وطباعت بہتر قیمت مجلد عہ، پتہ عزیزی پریس آگرہ،

ادھر چند برسون کے اندر ہندوستان کے سیاسی حالات اور ہندو مسلم مسائل کے پیش نظر مختلف عقیدہ و خیال کے مسلمانون نے اپنے اپنے نقطۂ نظر سے انگریزی عہد مین مسلمانون کی سیاسی سرگذشت بیان کی ہے، انہی مین سیاست ملیہ بھی ہے، یہ کتاب ایک خاص نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہے، اور اس مین ۱۸۵۷ء سے لیکر ۱۹۴۲ء تک ہندوستان کی سیاسی رفتار، اسکے عہد بعہد کے تغیرات، حکومت کی سیاست، ہندو مسلم مسائل، ان کے اختلافات اور اس سلسلہ مین تینون کے درمیان جو جو واقعات پیش آئے، اور اس کے جو نتائج نکلے، اور ہندوستان کی سیاست نے جو جو شکلین اختیار کین، ان سب کی پوری تفصیل ہے، واقعات کے لحاظ سے بڑی حد تک یہ روداد صحیح ہے، لیکن ایک خاص نقطۂ نظر سے لکھی جانے کے سبب سے اس مین تصویر کا صرف ایک رُخ یعنی ہندوؤن کی زیادتی، اور مسلمانون کی مظلومیت دکھائی گئی ہے، اور ان دونون کے درمیان اتحاد اور اشتراک عمل کی کوششون اور اوس کے واقعات کو نہ صرف نظر انداز کر دیا گیا ہے، بلکہ بعض واقعات کو غلط طریقہ سے پیش کیا گیا ہے، مثلاً ترک موالات کی نسبت صرف علماے اہل تسنن کے ایک طبقہ نے فتویٰ دیا تھا، سنی علماء ... کا سواد اعظم ترک موالات کی تائید مین نہ تھا" یہ بیان سراسر واقعہ کے خلاف ہے، ہندوستان کے تمام بڑے بڑے علماء اور دینی مرکز نہ صرف ترک موالات کی حمایت مین بلکہ اس کے رہنما تھے، دیوبند، فرنگی محل، ندوۃ العلماء، جمعیۃ العلماء، امارت شرعیہ، حضرت شیخ الہند، مولانا حسین احمد صاحب مدنی،

مولانا عبد الباری مرحوم فرنگی محلی، مولانا کفایت اللہ، مولانا احمد سعید، مولینا سجاد مرحوم، مولانا ابو الکلام آزاد جو مسلمانون کے دل و دماغ ہین، اس تحریک کے رہنما تھے، اور پانچسو علما کے دستخط سے اوس کے فتویٰ کی اشاعت ہوئی تھی، اگر چند علما نے اسکی مخالفت کی تو ان کا کوئی شمار نہین، یا یہ لکھنا کہ کانگریس نے ینگ انڈیا مین لکھا ہے کہ "مسلمان یا تو عرب حملہ آورون کی اولاد ہین، یا ہم ہی سے جدا کئے ہوے افراد ہین، اگر ہم اپنا وقار قائم رکھنا چاہتے ہین، تو اس کے تین علاج ہین، ایک تو یہ کہ اسلام سے ہٹا کر انھین ہندو دھرم مین لوٹایا جائے، اگر یہ نہ ہو سکے تو پھر ان کو آبائی وطن مین لوٹایا جائے، اور اگر یہ بھی دشوار ہو تو ان کو ہندوستان مین غلام بنا کر رکھا جائے" (ص ۱۰۷) بہتر ہوتا کہ مصنف نے ینگ انڈیا کے اس نمبر کا حوالہ دیدیا ہوتا، تاکہ اسکی تحقیق ہو سکتی، یا مصنف نے کانگریس کی مخالفت مین ان قابل احترام علما، اور اکابر کا جو کانگریس مین شریک ہین، یا کبھی شریک تھے، جن الفاظ مین تذکرہ کیا ہے، وہ نہ صرف ان بزرگون بلکہ مصنف کی شان سے فروتر ہے، پوری کتاب مین یہی ذہنیت نمایان ہے، کتاب کے اس پہلو کو چھوڑ کر اس مین مسلمانون کی ایک صدی کی سیاست کے متعلق کافی معلومات ہین، اور اس حیثیت سے یہ کتاب کار آمد ہے،

تسہیل الترتیل مولفہ الحاج جناب مولوی سلاح الدین محمد الیاس برنی صاحب تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۹۲ صفحے، کاغذ، کتابت وطباعت بہتر، قیمت :- عہ پتہ :- مکتبہ ابراہیمیہ حیدر آباد دکن، مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی، تاج کمپنی لاہور،

تجوید کے قواعد اور ترتیل کے اصولون کا لحاظ کئے بغیر کلام مجید کی صحیح قرأت ممکن نہین ہے، غلط قرأت کا نتیجہ محض الفاظ کے تلفظ اور عبارت کی غلطیون تک محدود نہین رہتا، بلکہ اس کا اثر معانی پر بھی پڑتا ہے، اور بسا اوقات تو معنی بالکل الٹ جاتے ہین، اس کے باوجود قرأت کی صحت کی جانب عام بے توجہی ہے، اس ضرورت کے پیش نظر الحاج قاری مولوی سلاح الدین محمد الیاس برنی صاحب

ناظم دار الترجمہ نے دنیاوی علوم کے ساتھ دین کی خدمت بھی جن کے حصہ مین آئی ہے، فن تجوید اور اصول ترتیل پر یہ مفید کتاب لکھی ہے، اس مین اس کے اصول و قواعد کو اختصار اور جامعیت کے ساتھ قلمبند کیا گیا ہے، کتاب کے اور مباحث تو خالص فنی ہین، لیکن پہلی تین فصلین قرات، اعراب حروف، اور وقوف کلمات ہر اس مسلمان کے پڑھنے کے لائق ہین، جو تلاوتِ قرآن کا عادی ہو، اس سے قرأت کی عامۃ الورود اغلاط کا علم ہوجاتا ہے، فن تجوید اور ترتیل کے مباحث کے علاوہ قرأت اور تلاوتِ قرآن کے متعلق اور مختلف قسم کے مفید معلومات بھی ہین، انداز بیان بہت صاف اور سلجھا ہوا ہے، جس کو عربی زبان سے ادنیٰ مناسبت بھی ہے وہ بھی پوری طرح سمجھ سکتا ہے، اس کتاب کی فروخت کا منافع اہل مدینہ کی امداد مین صرف ہوگا، اس لئے اسکی خریداری ہم خرما و ہم ثواب ہے،

تاریخ عطیات آصفی مولفہ جناب نصیر الدین صاحب ہاشمی، تقطیع بڑی، ضخامت ۱۳۲ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت بہتر، قیمت خاص صر، عام عار، پتہ ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد دکن،

تیموری سلطنت کے زمانہ مین رعایا کے مختلف طبقون کو حکومت کی جانب سے بکثرت زمین، جاگیر اور نقدی کی صورت مین عطیے اور معاش ملتی تھی، اور اس کا مستقل محکمہ قائم تھا، حکومت آصفیہ اسکی جانشین ہے، اس لئے اس مین بھی یہ محکمہ قائم ہے، اس عطیۂ سلطانی کی اصطلاح اس کے عام مفہوم سے کسی قدر مختلف اور اس سے زیادہ وسیع ہے، اس سے مراد وہ صیغہ ہے جس مین اراضی اور نقدی معاش کی تحقیقات اور اسکے متعلق کارروائی کیجاتی ہے عطیۂ شاہی، اس کے احکام و فرامین، اسکی درخواستون و عرضداشتون، عطیہ دارون سے حکومت کے ٹیکس وغیرہ کی بہت سی قسمین اور ان کی مختلف نوعیتین اور خاص خاص اصطلاحات ہین، اس کتاب مین ان سب کی تفصیل، ان کی تعریف اور اصطلاحون کی تشریح اور عہد آصفی کے عطیات کی تاریخ، اس کے نظام، عہد بعہد کے تغیرات، عطیات کی تحقیقات اور اسکی کارروائی کے طریقون وغیرہ کی پوری تفصیل ہے، محکمۂ مال کے بعض شعبے بھی عطیہ کے تحت مین

آجاتے ہین، اس لئے ضمناً ان کا حال بھی آگیا ہے، یہ کتاب علمی اور تاریخی دونون حیثیتون سے قابل قدر ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلامی حکومتون کی داد و دہش، اور مختلف طریقون سے رعایا کی خبرگیری کا کیا حال تھا، جس سے ہندو مسلمان دونون متمتع ہوتے تھے، اور جس کی زندہ مثال دولتِ آصفیہ اب تک موجود ہے، اور جس طرح بعض عطیات مسلمانون اور ان کے مذہب کے ساتھ خاص تھے، اسی طرح بعض عطیات ہندوؤن اور ہندو مذہب کے ساتھ خاص تھے، مثلاً انعام جاترا، انعام انندا دیپ، انعام سدا برت، انعام پوتھی تھتھی، اخراجات دیول پوجا، انعام مٹھ، انعام گنگا جاری، انعام جوتشی گری، انعام زنار داران، رسوم کل جاری، خاص ہندوؤن کے انعامات ہین، جو اب تک قائم ہین، یہ کتاب گو عطیات آصفی پر لکھی گئی ہے، لیکن اس کے بعض نئے عطیات کے علاوہ بیشتر عہد مغلیہ ہی کے اقسام اور وہی تمام اصطلاحین ہین، اس لئے یہ کتاب وکیلون کے لئے جنھین مقدمات کے سلسلہ مین فرامین شاہی سے واسطہ پڑتا رہتا ہے، بہت مفید ہے، اس مین ان کی تمام قسمون اور اصطلاحون کی پوری تشریح و تفصیل موجود ہے،

اردو و عربی ترجمہ مؤلفہ محمد حسن الاعظمی پروفیسر ازہر تقطیع چھوٹی ضخامت ۲۱۸ صفحے کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت عہر، پتہ حاجی ملک دین محمد و اولاد، بل روڈ لاہور،

لائق مؤلف نے جو اپنے کو ازہر کا تعلیم یافتہ بلکہ پروفیسر کہتے ہین، اردو عربی ترجمہ و انشا پر یہ کتاب لکھی ہے، ہم نے اس کو غور سے دیکھا، عام مروجہ کتابون کے مقابلہ مین بری نہین ہے، اس موضوع پر اردو مین بعض اور اچھی کتابین نکل چکی ہین، اگر وہ مؤلف کے پیش نظر ہوتین، تو یہ کتاب شاید اس سے بہتر شکل مین ہوتی، اس کتاب مین ایک اصولی خامی یہ ہے، کہ اس مین ترجمہ اور انشا کے لئے اردو اور عربی الفاظ اور ان کی مشتقین تو دیدی گئی ہین، لیکن ان مشتقون کے قواعد کو نہین لکھا گیا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوگا، کہ اگر استاد طلبہ کو قواعد نہ بتاتا جائے گا، تو ان رٹی ہوئی مشتقون کے علاوہ وہ خود سے

دوسرا ترجمہ نہ کرسکین گے، لائق مؤلف کا یہ خیال صحیح نہین ہی کہ طالب علم کو صرف ونحو اس وقت شروع کرانی چاہئے، جب طالب علم لکھ پڑھ اور بول سکتا ہو، کیونکہ گرامر کا وجود زبان کے بعد ہوتا ہے" ان ابتدائی ریڈرون کی تعلیم کی حد تک جس کا مقصد صرف حفظ لغات ہوتا ہو، یہ خیال صحیح ہو سکتا ہی لیکن ترجمہ اور انشار، تو گرامر کی مدد کے بغیر ممکن ہی نہین ہے، خود انگریزی تعلیم مین بھی جسے پروفیسر صاحب نے اپنے دعوے کے ثبوت مین پیش کیا ہی، ٹرانسلیشن اور گرامر ساتھ ساتھ چلتی ہی، گرامر کے زبان کے بعد وجود مین آنے کو تعلیم سے کیا علاقہ، اس کا تعلق تو زبان کی ابتدائی تاریخ سے ہی، اگر اس اصول کو کسی حد تک مانا بھی جاسکتا ہی، تو صرف اہل زبان کے لئے، غیر زبان کو بغیر گرامر کی مدد کے لکھنا ممکن ہی نہین ہی، پروفیسر صاحب کا یہ خیال کہ صرف ونحو کی جتنی کتابین ہمارے یہان مروج ہین، تمام تر ایرانی یا ہندی علمار کی لکھی ہوئی ہین، جو عربی زبان سے پوری طرح آشنا نہ تھے، (اس لئے ناقابل اعتماد ہین) .... یا آجکل کے ہندی علمار کی کوئی قابل اعتماد تصنیف نہین پائی جاتی، یا اس قسم کے دوسرے پریشان خیالات ان کے "تازہ ولایت" ہونے کا نتیجہ ہین، اس پر طرہ یہ ہوا کہ آتے ہی ان کو ایک جوہر شناس و رقدر دان سرزمین ملی، اس لئے ان کو ہندیون کی عربی سطح پست نظر آئی، لیکن امید ہی کہ کچھ دنون ہندوستان کی ہوا کھانے یہان کے اہل علم سے ملنے اور ان کی عربی تصانیف کے مطالعہ کے بعد جس کا غالباً ابھی انھین موقع نہین ملا ہے، ان کے خیالات مین بہت کچھ سکون ہو جائے گا،

دودھ کی قیمت منشی پریم چند تقطیع بڑی ضخامت ۱۵۲ صفحے کاغذ کتابت وطباعت بہتر قیمت: ۱۲؍

پتہ: عصمت بک ڈپو دہلی،

یہ کتاب منشی پریم چند کے نو افسانون کا مجموعہ ہی، جو رسالہ عصمت دہلی مین شائع ہوئے تھے، منشی پریم چند کے افسانون کے متعلق کچھ لکھنا تحصیل حاصل ہی، مصنف کی افسانہ نگاری کی تمام ظاہری و معنوی خصوصیات ان مین موجود ہین، افسانے اخلاقی و اصلاحی اور معاشرت کے مختلف پہلوؤن کی نہایت صحیح تصویرین ہین، زبان نہایت شیرین اور خیالات پاکیزہ ہین،

"م"

جلد ۵۱ ماہ جمادی الاول سنہ ۱۳۶۲ھ مطابق ماہ جون سنہ ۱۹۴۳ء عدد ۶

مضامین